اللہ

نور السمٰوٰت والارض

ماہنامہ انوار العلوم

لاہور

جون جولائی 1953ء

سرپرست: حضرت مولانا مولوی مفتی محمد حسن صاحب مدت فیوضہم

از متوسلین حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ

نگران: حضرت مولانا مولوی حافظ محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدت فیوضہم

شیخ التفسیر والحدیث جامعہ اشرفیہ

مدیر: احقر محمد نجم الحسن تھانوی غفرلہٗ

الله

نور السموات والارض

ماہنامہ
انوار العلوم
لاہور

سرپرست: حضرت مولانا مولوی مفتی محمد حسن صاحب مدت فیوضہم

از متوسلین حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ

نگران: حضرت مولانا مولوی حافظ محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدت فیوضہم

شیخ التفسیر والحدیث جامعہ اشرفیہ

مدیر: احقر محمد نجم الحسن تھانوی غفرلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جامعہ اشرفیہ لاہور کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ

ہاں ! بنام تحفۂ اربابِ شعور
آنکہ دارد نامِ انوار العلوم

سالکانِ راہِ رحماں را نجوم
رہروانِ راہِ شیطاں را رجوم

انوار العلوم

لاہور

قیمت پاکستان و ہندوستان میں

سالانہ	چھ روپے	فی پرچہ	ایک روپیہ دو آنے

جلد ۲ بابت ماہ رمضان و شوال ۱۳۷۲ھ مطابق جون و جولائی ۱۹۵۳ء نمبر ۳ و ۴

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صاحب مضمون	صفحہ
۱	گزارش	مدیر	۲
۲	یاد مدینہ	حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ	۴
۳	آرزو	حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ	۷
۴	معارف القرآن	حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی	۹
۵	ترغیب الاضحیہ	حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ	۳۷
۶	بشائر النبیینؐ	حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی	۴۹
۷	ملفوظات	حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدظلہم	۷۳
۸	دعوۃ الرشاد	مولانا عبد الحمید خاں صاحب ارشد	۸۵

ہر قسم کی مراسلت اور ترسیل زر کا پتہ "مدیر انوار العلوم" جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

گذارش

حامِداً و مُصلیاً :-

زیر نظر شمارہ جلد دوم کا تیسرا اور چوتھا نمبر ہے - جو بہت دیر سے شائع ہو رہا ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ کاغذ کی تقسیم کا انتظام حکومت نے اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے اور وہاں سے کاغذ کا پرمٹ بہت دیر سے ملا - امید ہے کہ ناظرین اس ناگزیر دیر کو معاف فرمائیں گے - آئندہ اُمید ہے کہ ہر ماہ وقت پر کوٹہ ملجایا کریگا اور رسالہ وقت پر شائع ہوا کریگا -

گذشتہ سال جو حضرات ابتداءے خریدار تھے ، ان میں سے بعض حضرات نے تو از راہ کرم دوسرے سال کی خریداری جاری رکھتے ہوئے سالانہ قیمت بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمادی اور بعض حضرات نے بذریعہ خط وغیرہ رسالہ بند کر دینے کی ہدایت فرمادی اور باقی حضرات کی خدمت میں اصولاً ادارہ کی طرف سے بغیر کسی اطلاع کے وی پی چلا جانا چاہئے تھا جیسا کہ اس سے قبل دو دفعہ اس کا اعلان کیا جا چکا ہے - مگر چونکہ انوار العلوم ایک خالص علمی اور تبلیغی رسالہ ہے اس لئے یہ اس کے اُصول کے منافی تھا -

بنابریں ایسے تمام حضرات کی خدمت میں ایک ایک خط لکھا گیا کہ :-

"جناب نے جو ماہنامہ ہذا کی خریداری قبول فرمائی تھی - اس کی مدت ماہ میں ختم ہو گئی ہے اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے آئندہ آپ اس رسالہ کی خریداری جاری نہ رکھنا چاہیں تو براہ کرم فوراً دفتر کو اپنے ارادہ سے مطلع فرمائیں - اگر جناب کے پاس سے کوئی اطلاع نہ آئی تو آج سے ٹھیک ایک ہفتہ بعد انشاء اللہ ماہ کا شمارہ بذریعہ وی - پی - مبلغ چھ روپے پانچ آنہ کا ارسال خدمت ہوگا - براہ کرم اس کو وصول فرمائیں "

اس خط کی بنا پر بعض حضرات نے انکار لکھدیا اور ان کو وی پی نہیں کیا گیا - مگر بعض حضرات کے پاس سے کوئی اطلاع نہ آئی اور جب ان کو وی پی گیا تو اس کو واپس کر دیا - اور اس طرح تقریباً ساٹھ ستر حضرات نے رسالہ واپس کر کے ادارہ کو ایک مزید نقصان پہنچایا - کیونکہ اس صورت میں نہ صرف محصول ڈاک کا نقصان ہوا بلکہ ایک روپے دو آنہ کا وہ رسالہ بھی دوہرے سفر کی وجہ سے بیکار ہو گیا جو ان کو بھیجا گیا تھا -

جو حضرات نے رسالہ کی خریداری کو جاری رکھا ادارہ ان کا ممنون ہے اور دُعا کا خواستگار ہے کہ

خدا تعالیٰ اس رسالہ کو جاری رکھے ۔

نہایت ضروری رسالہ کے حلقہ اشاعت کو بڑھانے کے سلسلہ میں اکثر عرض کیا جاتا رہا ۔ بعض حضرات اپنے کسی ایسے دوست یا عزیز کو رسالہ سے روشناس کرانا چاہتے ہیں جو اس رسالہ کے خریدار بن سکتے ہیں مگر چونکہ وہ دوست یا عزیز ان سے دور ہیں اسلئے یہ کام رہ جاتا ہے ۔ اس مقصد کے لئے ادارہ نے اس مرتبہ رسالہ کے نمونہ کے طور پر کچھ صفحات الگ چھپوائے ہیں ۔

اس لئے جناب سے گذارش کہ ادارہ کو زیادہ سے زیادہ ایسے حضرات کے پتے لکھکر بھیجئے جو دینی ذوق رکھتے ہوں اور اس دینی رسالہ کی خریداری قبول کرنے کی ان سے توقع ہو ۔ اُمید ہے کہ اس قسم کے تعاون سے کچھ جدید خریدار رسالہ کو میسر آجائیں گے ۔

جناب کی طرف سے یہ ادارہ کیساتھ ایک اہم تعاون اور رسالہ کی ایک خدمت ہوگی ۔ جس کا اجر انشاء اللہ ضرور ملے گا ۔ والسلام

(مدیر)

بقیہ صفحہ (۸)

سائنس اور اسلام رسالہ حمیدیہ مطبوعہ مصر کا اردو ترجمہ جو حضرت تھانویؒ کا پسند فرمودہ ہے جس میں اسلامیات کو عقل کی روشنی میں سمجھایا گیا ہے ۔ نئی روشنی سے متاثر لوگوں کے قلوب میں جو شبہات گذرتے ہیں ان کے مدلل جوابات ۔ اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہے قیمت تین روپیہ آٹھ آنہ مجلد چار روپیہ چار آنہ

انوار الصوم روزہ کی فضیلت ۔ اور اس کے نہ رکھنے پر جو وعیدیں ہیں ان احادیث کا اردو ترجمہ قیمت ایک روپیہ چار آنہ

انوار الحج حج کی فرضیت اسکی اہمیت پر احادیث کا اردو مجموعہ قیمت ایک روپیہ

انوار الجہاد جہاد کی فضیلت اور اسکی اہمیت پر جس قدر احادیث ہیں ان کا بہترین مجموعہ اردو میں قیمت ایک روپیہ چار آنہ

فتوح الشام تاریخ کی مشہور کتاب قیمت آٹھ روپے

تاریخ الخلفاء (اردو) قیمت پانچ روپے

ملنے کا پتہ : دفتر ماہنامہ انوار العلوم جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

یادِ مدینہ

از حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری مجذوبؒ

مُبارک ہو لئے بے قرارِ مدینہ
بلاوا ہے یہ اضطرارِ مدینہ

الٰہی دکھا دے بہارِ مدینہ
کہ دل ہے بہت بیقرارِ مدینہ

یہ دِل ہو، اور انوار کی بارشیں ہوں
یہ آنکھیں ہوں، اور جلوہ زارِ مدینہ

ہوائے مدینہ ہو بالوں کا شانہ
ہو آنکھوں کا سرمہ غبارِ مدینہ

وہاں کی ہے تکلیف راحت سے بڑھکر
مجھے گُل سے بڑھکر ہے خارِ مدینہ

کبھی گردِ کعبہ کے ہوں میں تصدّق
کبھی جا کے ہوں میں نثارِ مدینہ

کبھی لطفِ مکّہ کا حاصل کروں میں
کبھی جا کے لوٹوں بہارِ مدینہ

رہے میرا مسکن حوالیٔ کعبہ
بنے میرا مدفن دیارِ مدینہ

پہنچکر نہ ہو لوٹنا پھر وہاں سے
وہیں رہ کے ہوں جاں بیارِ مدینہ

بصد عیش سوؤں میں تا صبحِ محشر
جو ہو میرا مرقد کنارِ مدینہ

مجھے چپّہ چپّہ زمیں کا ہو طیبہ
میں ایسا بنوں رازدارِ مدینہ

میں پسماندہ ہوں کیوں نہ حسرت سے دیکھوں
سوئے عازمانِ دیارِ مدینہ

وہاں جلوہ فرما حیات النبیؐ ہیں
زہے زائرینِ مزارِ مدینہ

نمک بر جراحت ہے اُف ذکرِ طیبہ
کہ ہوں آہ میں دلفگارِ مدینہ

میں جاؤں وہاں نیک اعمال لے کر
کہ یارب نہ ہوں شرمسارِ مدینہ

الٰہی بصد شوق مجذوبؔ پہنچے
یہ ناکام ہو کامگارِ مدینہ

(اشتہار)

رسالہ "تذکرہ" کراچی

تذکرہ ہر ماہ آپ کیلئے بیش بہا علمی تاریخی اور دینی معلومات فراہم کرتا ہے

تذکرہ کا ہر شمارہ قرآنی معارف و علوم سے آراستہ اور اہم ضروریاتِ دین پر مشتمل ہوتا ہے

تذکرہ اسلام کی صحیح تعلیم پیش کرتا ہے اس کا کوئی مضمون، ادبی علمی اور اخلاقی معیار سے پست نہیں ہوتا

تذکرہ آپ کے دینی جذبات کا ترجمان ہے اس کا ہر مضمون آپکے قلب کی گہرائی تک اترے گا

تذکرہ ہر تعلیم یافتہ ماحول میں پڑھا جانے والا اپنی نوعیت کا واحد اور مقبول ترین اصلاحی ماہنامہ ہے

قیمت سالانہ ۴ چار روپے

فی پرچہ چھ آنے ـ نمونہ کا پرچہ چار آنے کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوگا

دفتر ماہنامہ "تذکرہ" آرام باغ ـ فریئر روڈ کراچی

نور محمد، اصح المطابع، کراچی

کی

مایۂ ناز دینی کتابیں

موطا امام مالک مترجم :- ترجمہ علامہ وحید الزماں معہ ضروری فوائد صفحات ... ۸۰۰ اعلیٰ کاغذ ـ مجلد بارہ ۱۲ روپے

صحیح بخاری شریف (اردو) مترجمہ علامہ مرزا حیرت جو گزشتہ ۲۵ سال سے اہل علم میں مقبول ہے ـ کامل در ۳ جلد ـ قیمت مجلد چوبیس ۲۴ روپے

تفسیر ابن کثیر (اردو) علامہ ابن کثیر کی بلند پایہ تفسیر قرآن کا اردو ترجمہ جسکو ہر زمانے کے علماء کرام کی قبولیت کا شرف حاصل ہے پارہ ۱ ـ/۸/۲ پارہ ۲ ـ/۸/۲ و ۳ و ۴ فی پارہ ـ/ـ/۲ پارہ ۱۲ و ۱۳ فی پارہ ـ/۸/۱ باقی پارے زیر طبع ہیں ـ

کتاب التوحید مترجم :- اس تاریک دور میں اس اصلاحی کتاب کا ہر مسلمان کے زیر مطالعہ رہنا ضروری ہے ـ قیمت مجلد تین ۳ روپے

مشکوٰۃ شریف (اردو) چھ ہزار سے زائد احادیث نبوی کا انمول ذخیرہ جو فی الحقیقت صحیح احادیث کی گیارہ کتابوں کا عطر ہے ـ کامل در ۲ جلد قیمت مجلد سولہ ۱۶ روپے

علامات قیامت :- جس میں رسول پاکؐ کی وفات سے قیامت تک کے جملہ گزشتہ و آئندہ انقلابات کا ذکر ہے ـ قیمت بے جلد ۱ مجلد ایک روپیہ

ملنے کا پتہ

نور محمد ـ کارخانہ تجارت کتب مقابل آرام باغ کراچی

آرزو

بس اب ایک ہی آشنا چاہتا ہوں ✦ ہُو دو ستو ر اسمٰہ چاہتا ہوں
میں اب ترکِ ہر ماسوا چاہتا ہوں ✦ دل غیر نا آشنا چاہتا ہوں
میں مٹنے کو بھی میٹنا چاہتا ہوں ✦ مقامِ فنا ء الفنا چاہتا ہوں
بس اب بادہ نوشوں میں جا کر رہونگا ✦ میں جینے کا اب کچھ مزا چاہتا ہوں
بگڑنے کو تم میرے کیا دیکھتے ہو ✦ میں پہلے سے بہتر بنا چاہتا ہوں
جہاں بیٹھ جاؤں وہیں میرا گھر ہے ✦ حویلی نہ اب جھونپڑا چاہتا ہوں
چلا تو ہوں کس شوق سے عرض کرنے ✦ خبر یہ نہیں ان سے کیا چاہتا ہوں
ہٹا دے جو دل میرا ہر ماسوا سے ✦ اب ایسا کوئی دلربا چاہتا ہوں
نہیں وصل کی بھی ہوس میرے دل میں ✦ کسی کو میں بے انتہا چاہتا ہوں
مرا سازِ ہستی ہے لبریزِ نغمہ ✦ کوئی مطربِ خوشنوا چاہتا ہوں
جو ہر سمت پھرتا ہوں کھویا ہوا سا ✦ نہ جانے کسے ڈھونڈنا چاہتا ہوں
ترے نام کی دل پہ ضربیں لگا کر ✦ میں نقشِ دوئی میٹنا چاہتا ہوں
بھلاتا ہوں پھر بھی وہ یاد آ رہے ہیں ✦ وہی جانتے ہیں میں کیا چاہتا ہوں
نہ اپنا بھی جس میں گذر ہو الٰہی ✦ اب ایسی میں خلوت سرا چاہتا ہوں
تصدق، تعیش، تنعم، تجمّل ✦ بس اب اک غمِ دلربا چاہتا ہوں

رہوں میں نہ مجذوب بن جاؤں سالک
یہ توفیق اب لے خدا چاہتا ہوں

چند دینی اور نہایت مفید کتابیں

الافاضات الیومیہ کامل حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی کے ملفوظات کا سب سے بڑا مجموعہ۔ جس کے مطالعہ کے وقت یہ محسوس ہوتا ہے کہ گویا حضرت کی مجلس میں حاضر ہیں اور مستفیض ہو رہے ہیں نہایت سلیس زبان میں عجیب عجیب مسائل اور سوالات کو حل کر دیا گیا ہے۔ نہایت مفید اور قابل قدر کتاب ہے۔ تقطیع ۲۰×۲۶/۸ (یعنی رسالہ ہذا کے برابر) تقریباً دو ہزار صفحات کاغذ عمدہ کتابت وطباعت بھی نہایت روشن قیمت کامل سات جلد۔ تیس روپے۔ مجلد در ۶ جلد ۳۵ روپے۔

منصب امامت (اردو) مصنفہ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ کا اردو ترجمہ جس میں بتایا گیا ہے کہ امام وقت میں کن اوصاف کا ہونا ضروری ہے، اس پر پوری بحث قیمت سوا دو روپے

رحمت القدوس ترجمہ شرح بخاری بہجۃ النفوس۔ بخاری شریف کی ایک سو احادیث کی مکمل اور مستند شرح۔ اور ہر حدیث سے جو مسائل تصوف یا مسائل فقہیہ نکلتے ہیں ان کا بیان نیز ان احادیث میں جو اشکال پیش آسکتے ہیں ان کے جوابات جسکو حضرت تھانوی کے حکم سے مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی نے اردو زبان میں منتقل فرمایا ہے۔ کتاب کی خوبیاں دیکھنے سے ہی معلوم ہو سکتی ہیں بیان نہیں کیجا سکتیں قیمت دو جلدوں کی کامل نو روپے مجلد دس روپے۔

مسئلہ تقدیر عربی کی مشہور کتاب تنویر مصنفہ حضرت شیخ ابن عطا اسکندری کی کتاب کا ترجمہ جو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے فرمایا ہے مسئلہ تقدیر پر ہر پہلو سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور تدبیر کا مقام اور تدبیر کرنے کا صحیح طریقہ بتایا گیا ہے اور توکل کی حقیقت بھی واضح کی گئی ہے غرض اس کتاب کے مطالعہ کے بعد تمام اوہام اور شکوک ختم ہو جاتے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے مجلد ایک روپیہ بارہ آنے

جمال الاولیاء عربی کی مشہور کتاب کرامات الاولیاء مولفہ شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی کا اردو ترجمہ جو حضرت تھانوی کی نگرانی میں کیا گیا جسمیں سیکڑوں اولیاء اللہ کی عجیب وغریب حکایات وکرامات بیان کی گئی ہیں قیمت ڈھائی روپیہ مجلد تین روپیہ چار آنے۔

نوٹ:۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔ کم از کم دس روپے کی کتابیں خرید فرمانے پر محصول ڈاک معاف۔

ملنے کا پتہ:۔ **دفتر ماہنامہ انوار العلوم جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور۔**

سلسل

معارف القرآن

(از حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی)

يٰبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِيٓ أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ

اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان میرا جو میں نے تم پر کیا

وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي

اور وہ کہ بڑا کیا تم کو سارے جہان پر اور بچو اس دن سے کہ نہ کام آوے

نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا تَنفَعُهَا

کوئی شخص کسی شخص کے ایک ذرہ اور نہ قبول ہو اس کی طرف سے بدلا اور نہ کام آوے

شَفَاعَةٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝

اس کو سفارش اور نہ اُن کو مدد پہنچے

تکریر تذکیر و اعادہ تحذیر

قال تعالیٰ يٰبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الیٰ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝

(ربط) اس سورت میں جب بنی اسرائیل کو خطاب فرمایا تو اسی عنوان اور اسی آیت سے شروع فرمایا اور طویل تفصیل کے بعد پھر اسی عنوان اور اسی آیت پر خطاب کو ختم فرمایا وجہ اس کی یہ ہے کہ اولاً حق تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کو اجمالاً یاد دلایا تاکہ شکر کی راہ اختیار کریں اور کفران نعمت سے احتراز کریں بعد ازاں حق تعالیٰ نے اپنے انعامات اور اپنی عنایات اور ان کی جنایات اور تقصیرات کی تفصیل فرمائی جو یہاں آکر ختم ہوئی۔ اخیر میں حق تعالیٰ نے پھر اسی مضمون کا اعادہ فرمایا کہ جو ابتداء میں اجمالاً ان سے کہا گیا تھا تاکہ تفصیل کے بعد جب اجمال کا اعادہ کیا جائے تو تمام تفصیل بیک وقت نظروں کے سامنے آجائے اور یہ طریقہ بلغاء کے نزدیک نہایت بلیغ ہے اور تعلیم و تفہیم میں غایت درجہ معین ہے ابو حیان فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کو اس سورت میں تین مرتبہ یا بنی اسرائیل کے سرنامہ خطاب سے مخاطب فرمایا اور اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السّلام کے اولاد ہونے کی حیثیت سے ان کو اپنے خطاب سے مشرف اور سرفراز فرمایا اور اس نسبت کو یاد دلا کر شکر اور اطاعت کی دعوت دی لیکن بنی اسرائیل نے جب اس نداء اور خطاب کے شرف کو ملحوظ نہ رکھا تو حق تعالیٰ نے ان سے اعراض فرمایا اور تین مرتبہ کے بعد ان کو مخاطب نہیں بنایا چنانچہ فرماتے ہیں کہ اے بنی اسرائیل پھر ایکبار تم کو خطاب کرتے ہیں اور یہ تیسری بار ہے اب اسکے بعد ہم تم کو مخاطب نہ بنائیں گے وہ آخری خطاب یہ ہے کہ میری نعمتوں کو اس حیثیت سے یاد کرو کہ وہ میرا عطیہ تھیں میری نسبت کے شرف اور عزت کو دیکھو اور یاد کرو اور پھر اس حیثیت کو دیکھو کہ اس نعمت کا میں نے تم پر محض اپنی مہربانی سے انعام کیا تھا ذرہ برابر تمہارا استحقاق نہ تھا اور یاد کرو اس امر کو کہ میں نے تم کو محض اپنے فضل سے سارے جہانوں پر فضیلت اور بزرگی دی تھی یہ بزرگی میرا عطیہ تھا تمہاری ذاتی شئی نہ تھی کہ تم سے جدا نہ ہو سکے تم اس غرہ میں نہ رہنا کہ یہ بزرگی تم سے چھینی نہیں جا سکتی اگر اس فضیلت اور بزرگی کو باقی رکھنا چاہتے ہو تو ہمارے رسول کی اطاعت کرو اور اس دن سے ڈرو کہ جس میں کوئی کسی کیطرف سے کام نہیں آئیگا اور ایک نفس کی دوسرے نفس کیطرف نسبت بدون ایمان کے کارآمد نہ ہوگی اور نہ اس کی طرف سے کوئی فدیہ قبول کیا جائیگا کہ جو رہائی کا سبب بن سکے اور نہ بدون ایمان کے کوئی شفاعت اور سفارش نفع دیگی البتہ انبیاء اور اولیاء کی شفاعت سے اہل ایمان کو نفع ہوگا اور نہ ان لوگوں کی کوئی مدد کیجائے گی اس لئے کہ نصرت کا وعدہ اللہ تعالےٰ نے مرسلین اور اہل ایمان سے رکھا ہے کما قال تعالےٰ إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ۔ کافروں سے وعدہ

نہیں۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ

اور جب آزمایا ابراہیم کو اس کے رب نے کئی باتوں میں پھر اس نے وہ پوری کیں

جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ

فرمایا میں تجھ کو کروں گا سب لوگوں کا پیشوا بولا اور میری اولاد میں بھی کہا نہیں پہنچتا

عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۝

میرا اقرار بے انصافوں کو

قصۂ کامیابی ابراہیم خلیل در امتحان خداوند جلیل وتحویل کلام از ذکر بنی اسرائیل بسوئے ذکر بنی اسمٰعیل

قال تعالیٰ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ الی قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۝

(ربط) بنی اسرائیل اس بات پر مغرور تھے کہ ہم اہل کتاب اور اہل علم اور اولاد ابراہیم ہیں اس لئے ہم ہی سب کے متبوع اور مقتدا اور پیشوا اور امام ہیں۔ امامت اور سیادت ہمارے ہی گھر میں رہے گی۔ ہمیں کسی کے اتباع کی کیا ضرورت۔ اس کے جواب میں حق تعالیٰ شانہ نے حضرت ابراہیم کا قصہ ذکر فرمایا جس سے چند امور کا بیان کرنا مقصود ہے اوّل یہ کہ امام اور مقتدا وہی ہو سکتا ہے کہ جو ظالم اور فاسق نہ ہو۔ اور تمہارا کفر اور ظلم خوب واضح ہو چکا ہے۔ ظالم اور فاسق ہو کر امامت اور متبوعیت کا خیال سودائے خام ہے امامت اور متبوعیت کا مرتبہ جب ہی ملتا ہے کہ جب اللہ کے امتحان میں کامیاب اور درست نکلے دوم یہ بتلانا ہے کہ خانہ کعبہ جو مسلمانوں کا قبلہ ہے وہ حضرت ابراہیم ہی کا بنایا ہوا ہے اس کی فضیلت اور بزرگی میں کوئی کلام نہیں کیا جا سکتا سوم یہ کہ ملت اسلام وہی ملت ابراہیمی ہے چہارم یہ کہ امت مسلمہ اور نبی آخر الزماں کے ظہور اور بعثت کی دعا سب سے پہلے حضرت ابراہیم نے کی تھی۔ لہذا حضرت ابراہیم کے طریقہ پر وہی شخص ہو سکتا ہے کہ جو ملت اسلام کو قبول کرے اور نبی آخر الزماں پر ایمان لائے اور خانہ کعبہ کو اپنا قبلہ سمجھے۔ پنجم یہ کہ یہ خیال کرنا کہ نبی آخر الزماں ہمارے خاندان سے نہیں اس لئے ہم ان پر ایمان نہیں لائیں گے یہ خیال غلط ہے اس لئے

کہ ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے ایک اسحاق علیہ السلام جنکے بیٹے اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام ہیں ایک مدت تک نبوت اور فضیلت حضرت اسحاق اور اسرائیل کی اولاد میں رہی اب وہ فضیلت حضرت اسمٰعیل کی اولاد کو پہونچی اور وہ نعمت تفضیل جس سے بنی اسرائیل کو سرفراز فرمایا تھا اب وہ بنی اسرائیل سے بنی اسمٰعیل کیطرف منتقل ہوئی اسلئے کہ ابراہیم علیہ السلام نے دونوں ہی بیٹوں کے لئے برکت کی دعا کی تھی ۔ جس طرح اسحاق علیہ السلام اور اُن کی اولاد کیلئے برکت کی دُعا مانگی تھی اسی طرح اسمٰعیل علیہ السلام کیلئے بھی برکت کی دُعا مانگی تھی جیسا کہ توریت کے سفر پیدائش باب ۱۷ میں ہے ۔

اور اسمٰعیل کے حق میں مَیں نے تیری سنی دیکھ میں اسے برکت دونگا اور اُسے برومند کروں گا اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا انتہی

پس تمکو چاہئے کہ اب اس نبی آخر الزماں پر ایمان لاؤ کہ جو ابراہیم اور اسمٰعیل کی اولاد میں سے ہے اور اُس کا ظہور اور اس کی بعثت دعاء ابراہیمی کی برکت اور ثمرہ ہے اور اس نبی پر ایمان لاکر امت مسلمہ میں داخل ہو جاؤ اور دل و جان سے اس کی اطاعت کرو تاکہ تمکو بھی بقدر اطاعت اس برکت میں سے کچھ حصہ ملے اور ابراہیم خلیل اللہ کیطرح اسلام اور اطاعت اور وفاداری اور محبت و جاں نثاری کا داغ اپنے جسم پر لگاؤ یعنی ختنہ کراؤ جیسے ابراہیم علیہ السلام نے ختنہ کرائی تھی ۔ توریت میں ہے کہ ختنہ اللہ کا داغ ہے ۔ جس طرح شاہی گھوڑوں پر داغ ہوتا ہے اسیطرح اللہ تعالےٰ نے اپنے خلیل اور اس کے اولاد کیلئے ختنہ کا داغ تجویز فرمایا قوت شہویہ اور بہیمیہ کے محل پر ختنہ کے داغ سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ عضو سرکاری داغ سے داغی ہے بغیر سرکار کی اجازت کے کسی مصرف میں اسکا استعمال جائز نہیں اور موئے لب کٹوانا اور ناخن کترانا اور موئے بغل لینا اور مضمضہ اور استنشاق کرنا وغیر ذلک یہ بھی اسلام یعنی اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے داغ ہیں لہذا اے اسرائیل اگر تم نعمت تفضیل میں سے حصہ لینا چاہتے ہو تو اب اس نبی آخر الزمان پر ایمان لاؤ کہ جو بنی اسمٰعیل میں سے دعاء ابراہیمی کے مطابق مبعوث ہوا ہے بنی اسرائیل کی تفضیل کا دور دورہ ختم ہو گیا اب تا قیامت بنی اسمٰعیل کی تفضیل کا دور دورہ رہیگا چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں اور یاد کرو اس وقت کو

کہ جب ابراہیم کو اس کے پروردگار نے چند باتوں سے آزمایا ابراہیم کی یہ آزمائش بھی رب کریم کیطرف سے تربیت تھی ۔ مطلب ابراہیم کے پروردگار نے ابتداہی سے ابراہیم کی طرح طرح سے تربیت کی ۔

طفولیت میں رُشد عطا کیا اور پھر مرتبہ نبوت وخلت تک پہونچایا۔ یہاں تک کہ بطور آزمایش ان کو چند باتوں کا حکم دیا تاکہ ملائکہ علوی اور سفلی کے سامنے اُن کا فضل وکمال اور حسن استعداد اور کمال قابلیت اور اہلیت ظاہر ہو جائے اور یہ بات خوب واضح ہو جائے کہ جو مرتبہ ہم ان کو عطا کرنا چاہتے ہیں یہ اس مرتبہ کے لائق اور اہل ہیں حق تعالےٰ شانہ کی یہ سنت مستمرہ ہے کہ محض اپنے علم کی بنا پر کسی کو منصب اور مرتبہ نہیں عطا فرماتے جب تک اُس کی استعداد اور قابلیت اور اس کا استحقاق علی رؤس الاشہاد ظاہر نہ ہو جائے جیسا کہ آدم علیہ السلام کے قصہ میں پیش آیا اس لئے اللہ تعالےٰ نے اُن کے فضل وکمال اور استعداد اور قابلیت کے ظاہر کرنیکے لئے چند باتوں سے اُن کا امتحان فرمایا پس ابراہیم دل وجان سے کمال مسرت وبشاشت کے ساتھ بلا کسی دقیقہ کے ان تمام باتوں کو تمام وکمال بجالائے جس سے اُن کی قوت علمیہ اور عملیہ کا کمال اور روح اور فطرت کی صفائی اور نورانیت اور ظاہر وباطن کی طہارت ونظافت خوب واضح ہو گئی اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم میں تجھکو اس کے صلہ میں تمام لوگوں کا امام اور پیشوا بناؤں گا کہ تمام لوگ تیری پیروی کریں اور تیرا اتباع حقانیت کی دلیل ہو اور تیری مخالفت گمراہی کی دلیل ہو اور تیری ملت تمام عالم کے لئے بمنزلہ دستور اساسی کے ہو عرض کیا کہ اے پروردگار اور میری اولاد میں سے ہر زمانہ میں کوئی امام رہے زمین کسی وقت بھی میرے سلسلۂ امامت سے خالی نہ رہے۔ غرض یہ تھی کہ تو نے مجھ کو تمام لوگوں کا امام بنایا اور قیامت تک میری بقا عادۃً ممکن نہیں اس لئے بقائے امامت کی صورت یہ ہے کہ یہ منصب عظیم قیامت تک میری نسل میں باقی رہے اللہ تعالےٰ نے جواب میں فرمایا کہ میں نے تمہاری یہ دعا قبول کی اور تمہاری ہی اولاد میں پیغمبری اور کتاب رہے گی جیسا کہ سورۂ عنکبوت میں ہے وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ مگر یہ سنائے دیتا ہوں کہ یہ ہر زمانہ میں ممکن نہ ہوگا۔ بعض زمانوں میں تمہاری تمام نسل اور اولاد ظالم ہوگی اور میرا یہ منصب امامت ظالموں اور فاسقوں کو نہیں دیا جاتا اس لئے کہ اس منصب کیلئے عدالت اور تقویٰ شرط ہے۔ اور اسوقت کے یہود اور نصاریٰ اشد انواع ظلم کے مرتکب ہیں شرک اور گوسالہ پرستی اور تحریف توریت وانجیل اور قتل انبیاء اللہ وغیرہ وغیرہ میں مبتلا ہیں۔ منصب امامت کی ان میں بالکل اہلیت نہیں اور جو ان کو باوجود ظالم ہونیکے اپنا امام بنائے وہ خود ظالم ہے کما قال تعالیٰ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ (فائدہ) جاننا چاہئے کہ ظلم اور فسق کے مقابلہ میں عدالت اور تقویٰ ہے نہ کہ عصمت بمعنی عدم الخطا فی الفہم وامتناع صدور معصیت اور امامت کے لئے عدالت اور تقویٰ شرط ہے

نہ کہ عصمت ۔ لہذا اس آیت سے فرقۂ امامیہ کا عصمت ائمہ پر استدلال کرنا صحیح نہیں اور نہج البلاغت میں حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے نص صریح موجود ہے ۔ لابد للناس من امیر بر او فاجر یعمل فی امرتہ المؤمن ولیستمتع الکافر و یامن فیہ السبل ۔ الخ

اقوال مفسرین در تفسیر کلمات ابتلاء

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جن کلمات سے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو آزمایا وہ حسب ذیل ہیں ۔

(۱) اپنی قوم سے مفارقت کرنا اور براءت یعنی کفر کیوجہ سے ان سے براءت اور بیزاری اور قطع تعلق کرنا۔ (۲) خدا کیلئے مناظرہ کرنا (۳) آگ میں ڈالے جانے پر صبر کرنا (۴) وطن سے ہجرت کرنا اور جمیع عشائر و اقارب کو چھوڑ کر نکل جانا (۵) مہمان نوازی (۶) ذبح ولد پر تیار ہو جانا اخرجہ ابن اسحاق و ابن ابی حاتم عن ابن عباس (در منثور ص۱۱۱) اور ابن عباسؓ کی ایک دوسری روایت ہے کہ وہ کلمات کہ جن سے اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم کو آزمایا وہ دس خصال فطرت ہیں پانچ تو ان میں سے سر میں ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) مونچھیں کتروانا (۲) مضمضہ یعنی کلی کرنا (۳) استنشاق یعنی ناک میں پانی ڈالنا (۴) مسواک کرنا (۵) سر میں مانگ نکالنا اور پانچ خصلتیں باقی بدن کے متعلق ہیں اور وہ یہ ہیں ۔ (۱) ناخن ترشوانا (۲) بغل کے بال لینا (۳) موئے زیر ناف مونڈنا (۴) ختنہ کرنا ۔ (۵) بول و براز کی جگہ کو پانی سے دھونا یعنی پانی سے استنجا کرنا اور ایک روایت میں غسل جمعہ اور طواف بیت اللہ اور سعی مابین الصفا والمروہ اور رمی جمار اور طواف افاضہ کا ذکر ہے اور صحیح مسلم میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دس چیزیں فطرت سے ہیں (۱) مونچھوں کا کتروانا اور (۲) ڈاڑھی کا بڑھانا اور (۳) مسواک کرنا اور (۴) ناک میں پانی ڈالنا اور (۵) ناخنوں کا کتروانا اور (۶) براجم یعنی جوڑوں کا دھونا اور (۷) بغل کے بال لینا اور (۸) موئے زیر ناف کا حلق کرنا اور پانی سے استنجا کرنا راوی کہتے ہیں کہ دسویں خصلت میں بھول گیا شاید وہ مضمضہ ہو اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ کلمات سے وہ تیس خصلتیں مراد ہیں کہ جو شرائع اسلام اور سہام اسلام کے نام سے موسوم ہیں دس ان میں سے سورۂ براءت[1] میں مذکور ہیں توبہ[1] عبادت[2] حمد[3] ثنا[4] سیاحت رکوع[5] سجود[6] امر بالمعروف[7] و نہی عن المنکر[8] و محافظۂ[9] حدود ایمان[10] اور دس ان میں سے

---

[1] سورہ براءت کی آیت یہ ہے التائبون العبدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف والناھون عن المنکر والحافظون لحدود اللہ و بشر المؤمنین ۔

سورۂ احزاب[عہ ۱] میں مذکور ہیں۔ اسلام[۱] ایمان[۲]۔ قنوت[۳]۔ صدق[۴]۔ صبر[۵]۔ خشوع[۶]۔ صدقہ و نیاز[۷]۔ روزہ[۸] رکھنا۔ شرمگاہ[۹] کی حفاظت۔ کثرۃ ذکر اللہ[۱۰] اور دس خصلتیں ان میں سے سورۂ[عہ ۲] مومنین اور سائل[عہ ۳] میں مذکور ہیں ایمان[۱] بیوم الجزاء خوف[۲] و خشیت از عذاب خداوندی خشوع[۳] نماز۔ محافظت[۴] آداب و سنن نماز لغویات[۵] سے اعراض و احتراز۔ ادائے[۶] زکوٰۃ بطیب خاطر۔ غیر منکوحہ[۷] اور غیر مملوکہ سے شرمگاہ کی حفاظت ایفاء[۸] عہد ادائے[۹] امانت ادائے[۱۰] شہادت کلمات کی تفسیر میں اس کے علاوہ اور بھی کچھ اقوال ہیں۔ جو تفسیر درمنثور کی مراجعت سے معلوم ہو سکتے ہیں اور آیت قرآنیہ میں لفظ کلمات سب کو شامل ہے جائز ہے کہ سب مراد ہوں یا بعض مراد ہوں لیکن ایک ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی سے مختلف روایات کا آنا اس سے عموم ہی معلوم ہوتا ہے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

عہ ۱ سورۂ احزاب کی آیت یہ ہے ان المسلمین والمسلمات والمؤمنین والمؤمنات والقانتین والقانتات والصادقین والصادقات والصابرین والصابرات والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والصائمین والصائمات والحافظین فروجہم والحافظات والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات عہ ۲ اور سورۂ مؤمنون کی آیت یہ ہے قد افلح المؤمنون الذین ہم فی صلاتہم خاشعون والذین ہم عن اللغو معرضون والذین ہم للزکوٰۃ فاعلون والذین ہم لفروجہم حافظون الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم فانہم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ہم العادون والذین ہم لاماناتہم وعہدہم راعون والذین ہم علی صلوتہم یحافظون الآیات عہ ۳ اور سأل سائل کی آیتیں یہ ہیں الذین ہم علی صلوتہم دائمون والذین فی اموالہم حق للسائل والمحروم والذین یصدقون بیوم الدین والذین ہم من عذاب ربہم مشفقون ان عذاب ربہم غیر مامون والذین ہم لفروجہم حافظون الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم فانہم غیر ملومین والذین ہم لاماناتہم وعہدہم راعون والذین ہم بشہاداتہم قائمون والذین ہم علی صلاتہم یحافظون۔

۱۲ منہ

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا ۖ وَاتَّخِذُوا
اور جب ٹھہرایا ہم نے یہ گھر کعبہ اجتماع کی جگہ لوگوں کی اور پناہ اور کر رکھو جہاں کھڑا

مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ۖ وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ
ہوا ابراہیم نماز کی جگہ اور کہہ دیا ہم نے ابراہیم

وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ
اور اسمٰعیل کو کہ پاک کر رکھو گھر میرا واسطے طواف والوں کے اور اعتکاف والوں کے

وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۝
اور رکوع اور سجدے والوں کے

قصہ بنائے خانہ تجلّی آشیانہ

وفضائل قبلۂ اسلام وتلقین آداب بیتِ حرام

قال تعالیٰ وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ الی وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ط

گذشتہ آیات میں ابراہیم علیہ السلام کی امامت اور فضیلت کو بیان فرمایا اور ظاہر ہے کہ منصب امامت۔ اور امامت کا لقب۔ صاحب قبلہ ہونے کی طرف مشیر ہے اس لئے آئندہ آیات میں قبلہ ابراہیمی کا ذکر فرماتے ہیں کہ یہ خانہ تجلی تجلی آشیانہ وہی گھر ہے جس کو ابراہیم علیہ السلام نے اسمٰعیل علیہ السلام کی شرکت اور معیت میں بنایا تھا اور اسی معبد کے ارد گرد اسمٰعیل اور اس کی ذریت کو آباد کیا اور طرح طرح کی دعائیں کیں۔ اور مقصود یہ ہے کہ بنی اسرائیل متنبہ ہو جائیں۔ کہ یہ نبی امی خاندان ابراہیم و اسمٰعیل ہوئے اور یہ خانہ کعبہ جو مسلمانوں کا قبلہ ہے یہ وہی معبد معظم اور سجدہ گاہ محترم ہے کہ جس کے بانی اور معمار امام امم اور فخر عالم ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اور اسمٰعیل ذبیح اللہ ان کے معین و مددگار اور شریک کار رہے ہیں اسی سبب کا سب علم کے بعد۔ بنی اسرائیل کو بنی اسمٰعیل کی تفضیل اور قبلۂ اسلام کی فضیلت میں کوئی شبہ نہ رہیگا اور اب آئندہ تحویل قبلہ کے بارے میں زبان طعن نہ کھولیں گے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اے بنی اسرائیل یہ تو تم کو معلوم ہو گیا کہ

منصب امامت ظالم اور فاسق کو نہیں ملتا۔ دینی منصب اسی کو ملتا ہے کہ جو ابراہیمؑ کے طریقہ پر چلے۔ اور اگر تم کو خانہ کعبہ کی فضیلت اور اس کے حج مقرر کرنے میں شبہ ہے کہ حج بالکل ایک لغو حرکت ہے جو عرب کے جاہلوں کا طریقہ ہے حضرت ابراہیمؑ کا طریقہ نہیں تو اسوقت کو یاد کرو کہ جب ہم نے خانہ کعبہ کو مرجع خلائق بنایا کہ لوگ اطراف عالم سے بصد احترام۔ احرام باندھ کر اس گھر کی زیارت اور طواف کیلئے رجوع کریں تاکہ اہل ایمان کے عظیم اجتماع سے ایک خاص نورانیت پیدا ہو جس سے ہر ایک مستفید ہو جسطرح بہت سے چراغوں کے جمع ہو جانے سے بہ ہیئت اجتماعیہ ہر ایک کا نور اضعافاً مضاعفہ ہو جاتا ہے جمعہ اور پنجگانہ نماز جماعت میں ایک شہر اور ایک محلہ کے انوار و برکات کا اجتماع ہوتا ہے، اور حج کے اجتماع میں اقطار عالم کے انوار و برکات کا اجتماع ہوتا ہے۔

(ف) اور جائز ہے کہ مثابۃ کو بجائے ثوب بمعنی رجوع کے ثواب سے مشتق مانیں یعنی لوگوں کیلئے ثواب حاصل کرنے کی جگہ بنائی کہ حج اور عمرہ کے ثواب حاصل کریں۔ ایک نماز پڑھیں تو ایک لاکھ نمازوں کا ثواب پائیں اور جماعت سے پڑھیں تو ستائیس لاکھ کا ثواب پائیں اور ہمیشہ کیلئے اس گھر کو خاص طور پر مقام امن بنایا کہ جو وہاں داخل ہو وہ امن سے ہو جائے اور ہم نے یہ حکم دیا کہ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ بناؤ اور اس جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرو تاکہ تمکو برکت حاصل ہو (ف) مقام ابراہیم ایک خاص پتھر کا نام ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ کو بنایا اس پتھر پر حضرت ابراہیمؑ کے قدموں کے نشان تھے لوگوں کے ہاتھ پھیرنے کیوجہ سے وہ نشان اب معلوم نہیں ہوتے اور اسی پتھر پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے حج کی اذان دی کما قال تعالیٰ واذن فی الناس بالحج الآیہ اور یہ پتھر عہد نبوی اور صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں خانہ کعبہ سے متصل تھا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب سیلاب آیا تو یہ پتھر بہ گیا حضرت عمرؓ نے اسکو وہاں سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھدیا اور اسکے گرد پتھروں کی دیوار چن دی چنانچہ وہ پتھر اب تک اسی جگہ میں محفوظ ہے اور اس کے ارد گرد جالیاں بنی ہوئی ہیں

اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو حکم دیا کہ جو مثابہ عہد کے تھا کہ میرے اس مبارک گھر کو ہر قسم کی ناپاکیوں سے پاک رکھنا طواف کرنے والوں کیلئے اور اعتکاف کرنے والوں کے لئے اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے یعنی نماز پڑھنے والوں کے لئے اسکو پاک و صاف رکھنا

نکتہ

طواف اور اعتکاف چونکہ دو عمل جدا گانہ ہیں ایک دوسرے پر موقوف نہیں اسلئے طواف اور اعتکاف کو

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ

اور جب کہا ابراہیم نے اے رب کر اسکو شہر امن کا اور روزی دے

اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ

اس کے لوگوں کو میوے جو کوئی ان میں یقین لائے اللہ پر اور آخر کے دن پر

قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ

فرمایا اور جو کوئی منکر ہے اسکو بھی فائدہ دوں گا تھوڑے دنوں پھر اسکو قید کر بلاؤں گا دوزخ کے عذاب میں

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

اور بری جگہ پہنچا ہے

بذریعہ واو عاطفہ ذکر فرمایا اور رکوع اور سجود دونوں ملکر ایک عبادت ہیں الگ الگ عبادت نہیں اسلئے رکوع اور سجود کو بدون عطف ذکر فرمایا۔

دعاء ابراہیم برائے حرم وساکنان حرم

قال تعالیٰ وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا ... الی ... وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۝

(ربط) جب خانہ کعبہ کی فضیلت اور اس کا مکان تعظیم اور معبد ابراہیم ہونا بتلا چکے تو آئندہ اس شہر اور اس کے ساکنین کے حق میں حضرت ابراہیم کی دعائیں ذکر فرماتے ہیں اور یاد کرو اس وقت کو کہ جب حضرت ابراہیم نے اللہ کے حکم سے خانہ کعبہ بنانیکا پختہ ارادہ فرمایا تو یہ دعا کی کہ اے پروردگار اس لق ودق صحرا کو آباد شہر اور پرامن بنادے کیونکہ قیام حج کی بقاء بدون شہر کی آبادی کے ممکن نہیں اور شہر کی آبادی بدون امن کے باقی نہیں رہ سکتی۔ بدامنی سے شہر ویران ہو جاتا ہے اور اس شہر کے ساکنین کو قسم قسم کے پھل اور میوے عطا فرما اسلئے کہ ساکنان شہر کی آبادی۔ رزق پر موقوف ہے بغیر رزق کے کوئی باقی اور زندہ نہیں رہ سکتا اور رزق کی درخواست میں ظالموں اور نافرمانوں کیلئے نہیں کرتا بلکہ صرف ان لوگوں کے لیے رزق طلب کرتا ہوں کہ جو اس شہر کے بسنے والوں میں سے اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رزق کی

امامت پر قیاس مت کرو۔ امامت ایک دینی منصب ہے ظالم اس کا مستحق اور اہل نہیں اور رزق دنیوی شئی ہے جو عام ہے میں رب العالمین ہوں سب کا رازق ہوں مومن کو بھی ثمرات سے رزق دوں گا اور کافر کو بھی دنیا میں رزق دوں گا اور چونکہ یہ کافر ہے اس لئے چند روزہ زندگی تک اسکو دنیاوی منافع سے خوب متمتع اور بہرہ مند کرتا رہوں گا اور پھر اسکو لاچار اور بے بس بنا کر کشاں کشاں عذاب نار تک پہونچاؤں گا اور اور بیشک دوزخ بہت ہی بری جگہ ہے دنیا میں کوئی مکان اگر ایک طرح سے برا ہوتا ہے تو دوسری طرح سے اچھا بھی ہوتا ہے لیکن وہ دوزخ ایسا مکان ہے کہ جو کسی اعتبار سے بھی اچھا نہیں ہر طرح سے برا ہی برا ہے۔

دُعاء ابراہیم واسمٰعیل برائے قبولیت خدمت تعمیر بیت اللہ

قال تعالیٰ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ الی اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝

اور اس وقت کو بھی یاد کرو کہ جب ابراہیم خود اپنے ہاتھ سے اس گھر کی بنیادوں کو اٹھا رہے تھے یعنی اس پر تعمیر کرتے تھے اور دیواریں چنتے جاتے تھے اور اسی طرح اسمٰعیل بھی ان کی ساتھ بلند کرنے میں مشغول تھے اور یہ دونوں بزرگ اس وقت نہایت عجز اور انکساری کے ساتھ یہ کہتے جاتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار اپنے فضل سے ہماری اس محنت اور خدمت کو قبول فرما تحقیق تو ہی ہماری دعاؤں کو سننے والا ہے اور تو ہی ہماری نیت اور ہمارے ذوق وشوق کو جاننے والا ہے محض اپنے لطف اور عنایت سے اپنے عاشقان جان نثار کی اس سعی کو مشکور فرما۔

ف قبول اور تقبل میں یہ فرق ہے کہ جو چیز لائق پذیرائی ہو وہاں لفظ قبول استعمال کرتے ہیں۔ اور جو چیز ناقص ہو اور قابل پذیرائی نہو وہاں لفظ تقبل استعمال کرتے ہیں اس لئے کہ لفظ تقبل باب تفعل سے ہونے کی وجہ سے تکلف پر دلالت کرتا ہے اور تکلف قبول اس بات کو مقتضی ہے کہ وہ چیز لائق قبول نہو۔ پس اس مقام پر لفظ تقبل کا استعمال۔ غایت عجز اور کمال تواضع پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی ہمارا عمل اس قابل نہیں کہ مقبول ہو لیکن اگر تیرے لطف اور عنایت اور فضل ورحمت سے قبول ہو جائے تو یہ تیرا محض جود وکرم ہے ۝

گرچہ یہ ہدیہ نہ میرا قابل منظور ہے ۔ پہ جو ہو مقبول کیا رحمت سے تیری دور ہے

اور اگر بالفرض کوئی عمل قابل قبول بھی ہو تب بھی حق تعالےٰ کے ذمہ اسکا قبول کرنا واجب نہیں اسلئے

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ؕ

اور جب اٹھانے لگا ابراہیم بنیادیں اُس گھر کی اور اسمٰعیل

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○

اے رب ہمارے قبول کر ہم سے توہی ہے اصل سنتا جانتا

قبولیت کیلئے مستقل درخواست چاہئے۔ اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے۔ معتزلہ کے نزدیک ایسے عمل کا قبول کرنا اللہ تعالےٰ کے ذمہ واجب ہے معتزلہ نے جب بندہ کے افعال اختیاریہ کو بندہ کا مخلوق اور مملوک قرار دیا تو خالق کے ذمہ ان کا قبول کرنا اوران پر ثواب دینا واجب گردانا۔ وہ اپنی نادانی سے یہ نہ سمجھا کہ اس واجب الوجود پر کسی کا وجوب نہیں چلتا اور نہ اس پر کسی کا حق ہے

ف جاننا چاہئے کہ بارگاہ خداوندی میں وہی عبادت اور خدمت مقبول ہے کہ جس کو کرنے والا دل و جان سے قابل قبول نہ سمجھے اور کرنے والے کی نظر اپنے عمل پر نہ ہو بلکہ اس کے لطف اور فضل پر ہو

دعاء ابراہیمی برائے وجود امت مسلمہ وقوم مسلمانان وظہور رسول محترم از ساکنان حرم کہ صاحب قرآن وخاتم پیغمبران باشد

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ الی اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○

(ربط) ان دونوں بزرگوں نے اپنی فراست صادقہ اور نور نبوت سے یہ سمجھا کہ جب ہم کو ایسے خانۂ تجلی آشیانہ کی تعمیر کا حکم ہوا ہے تو لامحالہ اس کے ہمرنگ کسی ایسی عبادت کا بھی حکم ہونے والا ہے جو عشق و محبت کا رنگ لئے ہوئے ہو۔ اور ان عبادتوں کا بجالانے والا صورۃً اگرچہ انسان ہوگا مگر معنیً ہمرنگ ملائک ہوگا گویا کہ دربار خداوندی کا معاینہ اور مشاہدہ کر رہا ہے اور جس امت کے لئے اس گھر کو قبلہ بنایا جائے گا اس کو ایسے حدود و شعبوں کے ساتھ احکام [illegible]

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً

اے رب ہمارے اور کر ہم کو حکم بردار اپنا اور ہماری اولاد میں بھی ایک امت حکم بردار

لَّكَ ۪ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ

اپنی اور جتا ہم کو دستور حج کرنے کے اور ہم کو معاف کر تو ہی ہے اصل معاف

الرَّحِيمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا

کرنے والا مہربان اے رب ہمارے اور اٹھا ان میں ایک رسول انہیں میں کا پڑھے

عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ

ان پر تیری آیتیں اور سکھا دے ان کو کتاب اور پکی باتیں اور انکو سنوارے

ع ۱۵ ۸ ۱۵ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

تو ہی ہے اصل زبردست حکمت والا

ان کو صورت پرستی پر محمول کریں گے اس لئے ان دونوں بزرگوں کو اندیشہ ہوا کہ مبادا ہماری ذریت اور اولاد ان جدید وضع کے احکام کے نزول پر ان کے قبول میں کسی قسم کا توقف اور تردد کرے اس لئے جناب الٰہی میں تین دعائیں فرمائیں اوّل یہ کہ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ اے اللہ ہم کو اپنا مُسلم اور حکم بردار بندہ بنا۔ دوسری دُعا یہ فرمائی کہ اے اللہ ہماری ذریت میں ایک امت مسلمہ پیدا فرما یعنی ایسی امت اور ایسی قوم پیدا کر جو تیری فرمانبردار ہو اور نام بھی اس قوم کا مسلم اور مسلمان ہو یعنی صفت بھی اسکی اسلام یعنی اطاعت شعاری اور فرمانبرداری ہو اور اسی نام یعنی اسلام سے پکاری جاتی ہو۔ تیسری دعا یہ فرمائی کہ اس امت مسلمہ میں ایک عظیم الشان رسول بھیج اور اس پر ایک عظیم الشان کتاب نازل فرما یعنی قرآن کریم اور پھر وہ رسول اس امت کو کتاب وسنت کی تعلیم دے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان دعاؤں میں اس طرف اشارہ فرمایا کہ یہ خانۂ تجلی آشیانہ جس اُمت کا قبلہ ہوگا اس امت کا نام امت مسلمہ ہوگا جیسا کہ سورۂ حج میں ہے هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ اور ملت اسلام۔ اس امت کا مذہب ہوگا۔ اور وہ عظیم الشان رسول جو ان میں

مبعوث ہو گا وہ ساکنان حرم اور اسمٰعیل کی ذریت ہو گا اللہ تعالےٰ نے ان کی دعائیں قبول فرمائیں اور بذریعہ وحی کے بتلا دیا کہ جس اولو العزم رسول کے پیدا ہونے کی تم دعا کر رہے ہو وہ آخر زمانہ میں ظاہر ہو گا اور خاتم الانبیاء والمرسلین ہو گا اور ملت ابراہیمی کا متبع ہو گا اور اس کی امت کا نام امت مسلمہ ہو گا۔ چنانچہ ان دونوں بزرگوں نے بارگاہ خداوندی میں بصد عجز و نیاز یہ عرض کیا کہ اے ہمارے پروردگار ہم دونوں کو اپنا خاص اطاعت شعار اور فرمانبردار بنا کہ ہمارا ظاہر و باطن تیرے لئے مخصوص ہو جائے کہ اس میں تیرے سوا کسی اور کی گنجائش نہ رہے اور ہماری ذریت میں ایک امت مسلمہ یعنی ایک ایسی جماعت پیدا فرما کہ جو دل و جان سے تیری حکم بردار ہو اور قلب اسکا سلیم ہو اور مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے سالم اور محفوظ رہیں اور جب تو ان کو اپنی دربار کی حاضری کا حکم دے تو مجنونانہ اور عاشقانہ وضع کے ساتھ برہنہ سر لبیک کہتی ہوئی تیرے در دولت پر حاضر ہو جائے اور اے پروردگار ہم کو ہماری عبادت اور دربار کی حاضری یعنی حج اور طواف کے مواقع بھی دکھلا دیجئے اور ان کے احکام اور آداب بھی ہم کو بتلا دیجئے تاکہ آداب عبودیت اور آداب دربار میں ہم سے کوئی تقصیر نہ ہو جائے اور اے پروردگار آخر ہم بشر ہیں سہو اور نسیان سے مرکب ہیں۔ ہم سے اگر آداب دربار میں کوئی سہو اور تقصیر ہو جائے تو ہم پر توجہ اور عنایت فرمانا اور ہماری تقصیر سے درگزر فرمانا بے شک آپ ہی بڑی توجہ اور عنایت فرمانے والے اور مہربانی کرنے والے ہیں اور چونکہ ایک عظیم امت کا باوجود اختلاف آراء اور عقول کے ایک مسلک اور ایک طریق پر بدون کسی مربی کے قائم رہنا عادۃً محال ہے اس لئے جناب الٰہی میں یہ عرض معروض کی کہ اے ہمارے پروردگار ان ساکنان حرم میں ایک عظیم الشان رسول بھیج کہ جو اس امت مسلمہ کو اسلام کا طریقہ بتلائے اور وہ رسول ہم دونوں کی ذریت اور اولاد سے خارج نہ ہو بلکہ انہی میں سے ہو تاکہ دنیا اور آخرت میں ہمارے لئے عزت اور شرف کا موجب ہو اور اس طرح قیامت تک میری امامت باقی رہے اس لئے کہ میری اولاد کی امامت میری ہی امامت ہے علاوہ ازیں جب وہ رسول انہی میں سے ہو گا تو لوگ اس کے مولد اور منشاء سے اور اس کے حسب اور نسب اور اس کی امانت اور دیانت اور اخلاق اور اس کی صورت اور سیرت سے بخوبی واقف ہوں گے اور اس کے اتباع سے عار نہ کریں گے اور جب حق نبوت و رسالت کے ساتھ قرابت کی محبت اور شفقت بھی مل جائے گی تو اس رسول کی اعانت اور نصرت و حمایت اور اس کی شریعت کی ترویج اور اشاعت میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھیں گے

اس نبی کو اپنا سمجھ کر معاملہ کریں گے - اجنبی اور غیر کا سا معاملہ نہ کریں گے - اور رسول ایسا ہو کہ اس پر ایسی جامع کتاب نازل ہو کہ اولین اور آخرین میں اس کی نظیر نہ ہو اور پھر وہ رسول تیری اس کتاب کی آیتیں پڑھکر ان کو سنائے اس لئے کہ آیات کا پڑھکر سنانا بغیر نزول کتاب کے ناممکن ہے اور بعد ازاں وہ رسول ان کو اس کتاب کے معانی سکھائے اور اس کے اسرار و حکم سے بھی آگاہ کرے تاکہ علم ظاہر اور علم باطن دونوں جمع ہو جائیں تلاوت کتاب سے الفاظ اور کلمات کا علم ہوگا اور تعلیم و تفہیم سے اس کتاب کے معانی اور حقائق اور معارف معلوم ہوں گے - حفاظ قرآن اور قراء اور مجودین کے سینے اور زبانیں اس کتاب الٰہی کے الفاظ کی حفاظت کریں گی اور علماء ربانیین اور راسخین فی العلم کی زبانیں اور قلم اس کتاب کے معانی کی حفاظت کریں گے کہ کوئی ملحد اور زندیق اس میں کسی قسم کی معنوی تحریف بھی نہ کر سکے اور وہ رسول اپنی ظاہری تعلیم و تربیت اور باطنی فیض صحبت سے ان کے دلوں کو گناہوں کے زنگ اور کدورتوں سے پاک و صاف کر کے مثل آئینہ کے مجلے اور مصفےٰ بنا دے کہ انوار و تجلیات کا عکس قبول کرنے لگیں اور حدیث میں جو العلماء ورثۃ الانبیاء آیا ہے اسکا صحیح مصداق وہی علماء ربانیین ہیں کہ جو کتاب و سنت کی تعلیم کے ساتھ زنگ آلود نفوس کو صیقل کر کے مثل آئینہ کے بنا دیتے ہوں بے شک تو ہی نہایت عزت والا اور نہایت حکمت والا ہے تو بلاشبہ اس پر قادر ہے کہ تو ہماری اولاد میں ایسا عظیم الشان رسول بھیجکر لوگوں پر احسان فرمائے اور اسکو ایسی جامع کتاب اور جامع شریعت اور کامل دین عطا فرمائے کہ اس کے بعد قیامت تک کسی نبی اور رسول کی ضرورت باقی نہ رہے فقط گاہ بگاہ اس کی تجدید کافی ہو جایا کرے تفسیر ابن کثیر میں ابو العالیہ سے منقول ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ جواب آیا

قد استجیب لک هو کائن فی آخر الزمان (تفسیر ابن کثیر) — تمہاری دعا قبول ہوئی اس شان کا نبی آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا اور یہی قتادہ اور سدی سے منقول ہے

اور اس آیت میں جو سید القراء ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت ہے وہ بھی اس کی تائید کرتی ہے کہ نبی خاتم الانبیاء ہوگا

وقرأ أبيٌّ وابعث فيهم فى آخرهم رسولا (روح المعانی ص ۳۸۶ ج ۱) — یعنی ابی بن کعبؓ کی قرأت میں ہے وابعث فی آخرہم رسولا - یعنی ان کے آخر میں ایک رسول بھیجئے

معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم نے جس رسول کی دعا مانگی تھی ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ نبی آخری نبی ہو اللہ تعالےٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی -

اخرج احمد والطبرانی والبیہقی عن ابی امامۃ قال قلت یارسول اللہ ما بدء امرک قال دعوۃ ابی ابراھیم وبشری عیسی ورأت امی انہ یخرج منہا نور اضاءت لہ قصور الشام

در منثور ص ۱۲۹ ج ۱

مسند احمد اور معجم طبرانی وغیرہ میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کی نبوت کی ابتداء کسطرح ہوئی وہ ارشاد فرمایئں آپ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ربنا وابعث فیہم رسولا الآیۃ کا مصداق ہوں سب سے پہلے ابراہیم نے میری بعثت کی دعا کی اور پھر میں اپنے بھائی عیسی بن مریم کی بشارت ہوں کہ انہوں نے میری آمد کی بشارت دی کما قال تعالے ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد) اور پھر اپنی ماں کا خواب ہوں کہ انہوں نے میری پیدائش کیوقت دیکھا کہ ان سے ایک نور نکلا ہے جس سے شام کے محل روشن ہوگئے ۔

اور عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

انی عند اللہ فی ام الکتاب لخاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینتہ وسانبئکم باول ذلک دعوۃ ابراھیم (الحدیث)

میں اللہ تعالے کے یہاں لوح محفوظ میں خاتم النبیین لکھا ہوا تھا اور آدم ہنوز مٹی اور گارے کے بیچ ہی میں تھے اور میری نبوت کی ابتداء ۔ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے ۔ مسند احمد وغیرہ در منثور ص ۱۲۹

معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام نے جس نبی اور رسول کے ظہور کی دعا کی تھی اس دعاء کا مصداق خاتم النبیین سرور عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ جنکے بعد کوئی نبی نہیں اور آپ پہلے ہی سے اللہ تعالے کے یہاں خاتم النبیین لکھے ہوئے تھے یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السلام نے آپ کی بعثت کی دعا کی اور حضرت عیسیٰ نے خاتم الانبیاء کی آمد کی بشارت دی ۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ

اور کون پسند نہ رکھے دین ابراہیم کا مگر جو بیوقوف ہوا اپنے جی سے

وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ

اور ہم نے اس کو خاص کیا دنیا میں اور وہ آخرت میں

الصّٰلِحِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ

نیک ہے جب اس کو کہا اس کے رب نے حکم بردار ہو بولا میں حکم میں آیا

لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

جہان کے صاحب کے

ترغیب و تاکید اتباع ملت ابراہیمی کہ عین توحید و عین ملت اسلام است و فضائل ملت اسلام

قال تعالیٰ وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ الی وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

گزشتہ آیات میں اجمالاً حضرت ابراہیم کی ملت کیطرف اشارہ تھا کیونکہ حضرت ابراہیم کی اس دعا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ ۔ اور وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طریقہ کو حضرت ابراہیم نے اپنے لئے اور اپنی اولاد کیلئے پسند کیا اور اس کی دعا کی وہ طریقہ اسلام ہے اب آئندہ آیات میں اس کی تفصیل فرماتے ہیں۔ کہ وہ ملت ابراہیم۔ عین توحید اور عین اسلام ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ احکام خداوندی کی دل وجان سے بے چون وچرا اطاعت کرنا اپنے آپ کو خدا کے حوالہ اور سپرد کر دینا آخیر پارہ تک اسی ملت اسلام کے فضائل اور اسی کے اتباع کی ترغیب میں کلام چلا گیا ہے۔ جس سے یہود اور نصاریٰ اور مشرکین سب کا رد کرنا مقصود ہے کہ یہ سب حضرت ابراہیم کو اپنا امام اور پیشوا مانتے ہیں اور پھر ان کے

خلاف طریقہ پر چل رہے ہیں حالانکہ اسی ملت اسلام پر قائم رہنے کی حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل نے اپنے لئے دُعا مانگی اور اسی کی وصیت کی اور اسی طرح حضرت یعقوب نے اپنی اولاد کو ملت اسلام پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔ وہ کون شخص ہے کہ جو ابراہیم کی ملت سے عدول اور انحراف کرے حالانکہ وہ ملت تمام ملتوں سے افضل اور بہتر ہے اور صاحب ملت لوگوں کا امام اور پیشوا ہے اور سب سے پہلے اسی نے نہایت تضرع اور زاری سے امت مسلمہ کے وجود اور نبی آخر الزماں کے ظہور کی دعا مانگی کہ جو امت مسلمہ کو اسلام کا طریقہ بتلائے تو ایسی بہتر ملت کے اتباع سے کون اعراض اور انحراف کر سکتا ہے مگر وہی شخص کہ جو اپنے ہی نفس سے جاہل اور نادان ہو کہ یہ نہ سمجھتا ہو کہ کونسی ملت فطرت سلیمہ کے مناسب ہے اور کون سی غیر مناسب اور کونسی ملت روح اور قلب کیلئے نافع ہے اور کونسی مضر۔ اور کس ملت کے قبول کرنے سے نفس کیلئے کمالات کا دروازہ کھلتا ہے اور کس ملت سے کمالات کا دروازہ بند ہوتا ہے اگر یہ سفیہ اپنے نفس سے بے خبر نہ ہوتا تو ملت ابراہیمی سے اعراض نہ کرتا اور البتہ تحقیق ہم نے ابراہیم کو دنیا میں برگزیدہ بنایا اور اپنے مقبول بندوں میں سے اس کو منتخب کیا اور تمام کمالات روحانیہ سے اسکو مکمل کیا یعنی نبوت و رسالت اور ولایت اور امامت ان کو عطا کی اور خلعت کا خلعت ان کو پہنایا اور جو منصب انہوں نے تعمیر کیا اس کو قبلہ عالم بنایا۔ اور تحقیق آخرت میں وہ صالحین اور نیکوکاروں سے ہیں صلاح۔ فساد اور خلل کی ضد ہے۔ اور فساد اور خلل، معصیت اور غفلت سے پیدا ہوتا ہے اس بنا پر صلاح کے یہ معنی ہوں گے کہ ان کا ظاہر و باطن ہر قسم کے فساد اور خلل سے بالکل پاک ہے اور اس جگہ صلاح سے صلاح کامل مراد ہے اور یہ آیت ماقبل کی دلیل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص خدا کا برگزیدہ اور منتخب بندہ ہو اور صلاح کامل کے ساتھ موصوف ہو اس کے طریقہ سے سوائے نادان کے کون اعراض کرے گا۔ آئندہ آیت میں اس ملت کی تعیین فرماتے ہیں کہ وہ کیا ہے۔ یعنی اسلام ہے بلکہ یہی اسلام ان کے برگزیدہ اور امام ہونے کا سبب ہے جبکہ ان کے پروردگار نے کہا کہ اے ابراہیم اسلام اختیار کر اور مسلم بن جا یعنی اپنے آپ کو اللہ کے حوالے اور سپرد کر دے اور اپنی خواہش اور ارادہ کو اس کی رضا اور خوشنودی میں فنا کر دے ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں عرض کیا کہ میں نے اسلام اختیار کیا اور میں نے اپنے تمام کام رب العالمین کے سپرد کر دیئے اور اپنے نفس کو درمیان سے بالکلیہ نکال لیا ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را ❁ تو دانی حساب کم و بیش را

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۭ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ

اور یہی وصیت کر گیا ابراہیم اپنے بیٹوں کو اور یعقوب اے بیٹو اللہ نے چن کر دیا

اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ

ہے تم کو دین پھر نہ مریو مگر

مُّسْلِمُوْنَ ۝ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاۗءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ

مسلمانی پر کیا تم حاضر تھے جس وقت پہنچی یعقوب کو

الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ۭ

موت جب کہا اپنے بیٹوں کو تم کیا پوجو گے بعد میرے

قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَاۗىِٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ

بولے ہم بندگی کریں گے تیرے رب اور تیرے باپ دادوں کے رب کو ابراہیم اور اسمٰعیل

وَاِسْحٰقَ اِلٰــهًا وَّاحِدًا ښ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

اور اسحاق وہی ایک رب ہے اور ہم اسی کے حکم پر ہیں

اب اس میں تعیین ہو گئی کہ وہ ملت کیا ہے یعنی اسلام ہے جو تمام کمالات کا تخم اور تمام فضائل کی اصل ہے آخر پارہ تک اسی اسلام کی فضیلت میں کلام ... چلا گیا ہے۔

اور جب تک ابراہیم علیہ السلام زندہ رہے اسی ملت پر قائم رہے اور جب وصال کا وقت آیا تو ابراہیم علیہ السلام نے سب بیٹوں کو جمع کر کے اسی ملت اسلام پر قائم رہنے کی وصیت کی جنہیں حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحاق بھی تھے۔ اور پھر اسیطرح اسحاق علیہ السلام کے بیٹے یعقوب علیہ السلام نے وفات کیوقت اپنے بیٹوں سے کہا اے میرے بیٹو تحقیق اللہ تعالٰے نے تمہارے لئے یہ دین اسلام پسند کیا ہے اسکے سوا کوئی دین مقبول نہیں پس تم ہرگز نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم اسلام پر پختہ اور قائم ہو

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ج

وہ ایک جماعت تھی گذر گئی ان کا ہے جو کما گئے اور تمہارا ہے جو تم کماؤ۔

وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

اور تم سے پوچھ نہیں ان کے کام کی

یعقوب علیہ السلام نے وفات کے وقت یہودیت اور نصرانیت کی وصیت نہیں کی بلکہ ملت اسلام پر قائم رہنے کی وصیت کی۔ پس اے اہل کتاب تم جو یہ دعویٰ کرتے ہو کہ یعقوب علیہ السلام نے وفات کے وقت یہودیت کی وصیت کی تھی اسکی نہ کوئی سند ہے اور نہ کوئی دلیل اور نہ کوئی مشاہدہ۔ کیا تم اس وقت حاضر تھے کہ جس وقت یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کیوقت اپنے بیٹوں سے کہا کہ بتلاؤ میرے بعد کس چیز کی عبادت کروگے سب نے بالاتفاق یہ جواب دیا کہ ہم صرف اس ایک خدا کی عبادت کریں گے جس کی آپ اور آپکے آباؤ واجداد ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق عبادت کرتے آئے یعنی ایک خدا کی عبادت کریں گے اور ہم سب اسی ایک خدا کی اطاعت اور فرمانبرداری پر قائم رہیں گے۔ غرض یہ کہ یہود کا یہ دعویٰ کہ یعقوب علیہ السلام نے یہودیت کی وصیت کی تھی محض افتراء ہے نہ اس کی کوئی سند ہے اور نہ تمہارا مشاہدہ۔

اور اے اہل کتاب اگرچہ تم ان بزرگوں کی اولاد ہو اور تم اس نسبت پر فخر اور ناز کرتے ہو لیکن یہ خدا کے برگزیدہ بندوں کی ایک جماعت تھی جو گذر گئی اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت تم کو وصیت کر گئی اس جماعت کیلئے وہ اعمال کام آئیں گے کہ جو اس نے کئے اور تمہارے لئے تمہارے اعمال کام آئیں گے اور بدون اتباع کے محض بزرگوں کا انتساب تم کو نفع نہیں دے گا اور اگر بالفرض وہ برے عمل کرتے تھے تو تم سے ان کے اعمال کے متعلق کوئی سوال نہ ہوگا ہر شخص سے اپنے اعمال کے متعلق سوال ہوگا غرض یہ کہ انہوں نے اگر کوئی گناہ کیا ہے تو تم سے اس کی بازپرس نہ ہوگی اور اگر انہوں نے نیک عمل کئے ہیں تو تمکو کوئی نفع نہیں باپ کا کھانا اور پینا بیٹے کی بھوک اور پیاس کو دفع نہیں کرسکتا جب تک کہ خود نہ کھائے اور پئے

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّةَ

اور کہتے ہیں ہو جاؤ یہود یا نصاریٰ تو راہ پر آؤ تم کہو نہیں بلکہ ہم نے پکڑی راہ

اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

ابراہیم کی جو ایک طرف کا تھا اور نہ تھا شریک والوں میں

یہودیت اور نصرانیت کیطرف دعوت دینے والوں کا جواب

اور تعجب ہے کہ یہ اہل کتاب حضرت ابراہیم کو اپنا امام اور پیشوا بھی کہتے ہیں مگر ان کے اتباع اور ان کے طریقہ پر چلنے کو موجب ہدایت نہیں سمجھتے بلکہ باعث ضلالت جانتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہودی ہو جاؤ یا نصرانی بن جاؤ ہدایت پا جاؤ گے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے جواب میں کہدیجئے کہ ہم یہودی یا نصرانی نہیں بنینگے بلکہ ہم تو ملت ابراہیمی پر قائم رہیں گے اور ابراہیم ہی کے طریقہ پر اور مسلک پر چلیں گے جنمیں ذرہ برابر بھی نہ تھی وہ تو ماسوی اللہ کو چھوڑ کر اللہ کیطرف مائل تھے اور کبھی بھی مشرکین میں سے نہیں رہے نہ قبل نبوت اور نہ بعد نبوت اور تم باوجودیکہ اتباع ابراہیمی کے مدعی ہو نیکے کج راہی اور شرک میں مبتلا ہو۔

فائدہ جلیلہ

حق جل شانہٗ نے اس سلسلہ میں سات جگہ اسلام کا ذکر فرمایا - وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ میں دوسرا اُمَّةً مُسْلِمَةً میں تیسرا قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ میں چوتھے أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِينَ میں - پانچویں وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ میں - چھٹے وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ میں ساتویں لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ میں - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کرام کا مذہب اسلام ہے امم سابقہ میں جو لوگ اطاعت کرنے والے تھے ان کی صفت بھی یہی اسلام تھی مگر امت مسلمہ کا لقب حضور ہی کی امت کو عطا کیا گیا پچھلی امتوں میں بھی اسلام لانے والے گذرے ہیں مگر اسلام ان کا لقب نہ تھا صرف صفت تھی - یہ لقب صرف امت محمدیہ ہی کو عطا کیا گیا ایک زمانہ میں دین حق کا لقب یہودیت رہا - اور ایک زمانہ میں عیسائیت اور نصرانیت رہا - صفت اسلام سب میں مشترک رہی سب اللہ کے مطیع اور فرمانبردار تھے مگر امت مسلمہ کا لقب خاص آپ ہی کی امت کو عطا کیا گیا - اس کی مثال ایسی ہے کہ بادشاہ کے غلام تو سب ہی ہیں مگر کسی غلام کا نام ہی غلام رکھ دیا جائے تو صفت اور لقب دونوں جمع ہو جائیں گے صفت بھی غلام - اور لقب اور نام بھی غلام - اور مثلاً جیسے سب اللہ کے بندے ہیں مگر کوئی اللہ کا بندہ اپنا نام ہی عبداللہ اور اللہ بندہ رکھے تاکہ ہر وقت اس کی عبدیت اور غلامیت سے لذت حاصل کرتا ہے تو اس کی شان ہی دوسری ہے

اور یہ مبارک لقب سب سے پہلے ہمارے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے تجویز فرمایا جیسا کہ سورۂ حج میں ہے مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِينَ پس اس عظیم الشان لقب کا حق یہ ہے کہ ہم دل و جان سے اللہ کے مطیع اور فرمانبردار بن جائیں محض لفظ مسلم اور لفظ مومن پر قناعت نہ کریں

میم و واو و میم و نون تشریف نیست
لفظ مومن جز پئے تعریف نیست

قُولُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ

تم کہو ہم نے یقین کیا اللہ کو اور جو اترا ہم پر اور جو اترا ابراہیم

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ

اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر اور جو ملا

مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا

موسیٰ اور عیسیٰ کو اور جو ملا سب نبیوں کو اپنے رب سے ہم

نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○

فرق نہیں کرتے ایک میں ان سب سے اور ہم اسی کے حکم پر ہیں

تعلیم طریقہ ایمان

قال تعالیٰ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ الیٰ وَنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ○

گذشتہ آیات میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ تم یہ کہدو کہ ہم یہودی اور نصرانی نہیں بلکہ ملت ابراہیمی کے متبع ہیں۔ اب ان آیت میں طریقہ ایمان کی تعلیم و تلقین فرماتے ہیں کہ اس طور پر اپنے ایمان کو ظاہر کرو کہ شریعت موسویہ و شریعت عیسویہ کے کفر اور انکار کا ایہام نہ ہو۔ جب تم اپنے ایمان کا اعلان کرو تو اسطرح کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر یعنی اس کے تمام اسماء و صفات پر اور اس کے تمام احکام پر جو کہ اس کتاب اور شریعت پر ایمان لائے جو ہماری طرف بھیجی گئی اور ان تمام صحیفوں پر ایمان لائے کہ جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف بھیجے گئے اور اس چیز پر بھی ایمان لائے کہ جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو دی گئی اور اجمالاً ہم ایمان لائے ان تمام صحیفوں اور شریعتوں اور احکام پر کہ جو تمام پیغمبروں کو پروردگار کی جانب سے دیئے گئے اگرچہ ان میں بعض بعض سے افضل ہیں لیکن ہم ایمان لانے میں کسی کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے کہ بعض پر ایمان لائیں اور بعض پر نہ لائیں اور ہم تو خاص اللہ کے مطیع اور فرمانبردار ہیں سب انبیاء پر بلا تفریق ایمان رکھتے ہیں البتہ منسوخ

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ وَّإِن

پھر اگر وہ بھی یقین لاویں جس طرح پر تم یقین لائے تو راہ پاویں اور اگر

تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ ۖ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ ۚ وَهُوَ

پھر جاویں تو اب وہی ہیں ضد پر سو اب کفایت ہے تیری طرف سے اُن کو

السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ صِبْغَةَ اللَّهِ ۖ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ

اللہ اور وہی ہے سنتا جانتا ہم نے لیا رنگ اللہ کا اور کس کا رنگ ہے اللہ سے بہتر

صِبْغَةً ۖ وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ ۝

اور ہم اسی کی بندگی پر ہیں

شریعت کا اتباع نہیں کرتے صرف خاتم الانبیاء کا اتباع کرتے ہیں کہ جنکی شریعت تمام شریعتوں کی ناسخ ہے

تفریع بر مضمون سابق مع توبیخ و تقریع

جب یہ معلوم ہو گیا کہ اسلام کی حقیقت یہ ہے اور ایمان کا طریقہ یہ ہے پس اگر یہ لوگ بھی اسیطرح ایمان لائیں کہ جس طرح تم ایمان لائے ہو یعنی بلا تفریق تمام انبیاء و رسل کی تصدیق کریں بس تحقیق یہ بھی ہدایت پا جائیں گے اور اگر روگردانی کرتے ہیں تو سمجھو کہ یہ لوگ صرف مخالفت اور عداوت میں غرق ہیں آپ انکی عداوت اور مخالفت سے پریشان نہیں عنقریب ہی اللہ تعالےٰ انکے شر سے آپ کی کفایت کریگا اور خود ہی اللہ تعالےٰ اُن سے نمٹ لیگا تم فکر نہ کرو یہ مومنین سے حمایت و حفاظت بلکہ غلبہ اور نصرت کا وعدہ ہے جو اللہ تعالےٰ نے پورا فرمایا بنو قریظہ کو قتل کرایا بنو نضیر کو جلاوطن کرایا اور نصاریٰ پر جزیہ لگایا۔ اور اللہ تعالےٰ تو سب کی باتوں کو سنتا ہے اور سب کی نیتوں کو جانتا ہے دشمنوں کا کوئی کید اور مکر اس سے پوشیدہ نہیں اور یہ یہود اور نصاریٰ دن رات اس کوشش اور سازش میں ہیں کہ تم کو اپنے ڈھنگ میں رنگ لیں اے مسلمانو تم ان سے یہ کہدو کہ ہم کو تو اللہ نے اپنے رنگ میں رنگ لیا ہے اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کا رنگ ہمارے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا ہے اور اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے رنگ سے کونسا رنگ بہتر ہے

جو اس کی طرف نظر کی جائے اور یہ رنگ ہم سے زائل نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ہم خالص اللہ ہی کی عبادت کرتے رہتے ہیں عبادت کی وجہ سے وہ رنگ اور پختہ ہوتا جاتا ہے اور اخلاص کی وجہ سے دوسرے رنگ کا اس پر کوئی ادنیٰ دھبہ بھی نہیں آنے پاتا۔ عبادت اور اخلاص کی وجہ سے وہ رنگ اور زیادہ چمکتا جاتا ہے۔

فائدہ

صبغۃ اللہ کے اعراب میں مفسرین کا اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ فعل مقدر کا مفعول مطلق ہے اور تقدیر کلام اس طرح ہے صَبَغَنَا اللّٰہُ صبغۃ جیسے وَعْدَ اللّٰہ اور صنع اللہ الذی اتقن کل شیء فعل مقدر کا مفعول مطلق ہونے کی بنا پر منصوب ہیں اور معنی یہ ہیں وَعَدَ اللّٰہُ وَعْدًا اور صَنَعَ اللّٰہُ صُنْعًا۔ علامہ زمخشری اور بیضاوی اور ابوحیان اور علامہ سیوطی نے اسی اعراب کو اختیار فرمایا اور ہمارا ترجمہ اور تفسیر اسی اعراب پر مبنی ہے دوسرا قول یہ ہے کہ منصوب علی الاغراء ہے اور تقدیر عبارت اسطرح ہے۔ اِلْزَمُوْا صِبْغَۃَ اللّٰہِ یعنی اللہ کے رنگ کو لازم پکڑو۔ اس تقدیر پر بھی آیت کے معنی نہایت لطیف ہوں گے۔ اور مطلب یہ ہوگا کہ اے مسلمانو فقط تصدیق اور شہادت پر کفایت اور قناعت نہ کرو بلکہ اس سے ترقی کرو اور اپنے ظاہر و باطن کو اللہ کے رنگ سے رنگو اور وہ رنگ خداوند ذوالجلال کی اطاعت اور محبت اور رضاء و تسلیم کا رنگ ہے جس سے بہتر کوئی رنگ نہیں۔ جب کوئی شخص کسی کی مرضی کے اس درجہ تابع ہو جائے کہ اسکا کوئی حکم اس کو گراں نہ گذرے بلکہ کمال نشاط اور غایت رغبت و محبت سے اس کی تعمیل کی طرف شاداں و فرحاں دل و جان سے دوڑنے لگے تو محاورہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص تو فلاں کے رنگ میں رنگا ہوا ہے پس اے مسلمانو تم اللہ کے رنگ کو لازم پکڑو اور بطور تحدیث بالنعمۃ یا بطور لذت و مسرت یا بطور تعریض اور اتمام محبت یہ کہتے رہو کہ ہم تو خالص اللہ ہی کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں تمہاری طرح شرک میں مبتلا نہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ صِبْغَۃَ اللّٰہِ۔ ملۃ ابراہیم حنیفاً سے بدل ہے اور بالفاظ دیگر ملۃ ابراہیم کی تفسیر ہے یعنی ملت ابراہیم اور ملت اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا عجیب و غریب رنگ ہے جس کے مشاہدہ کے لئے آنکھ چاہئے اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ صبغۃ اللہ سے ختنہ مراد ہے جو ملت ابراہیمی کا خاص شعار اور خاص رنگ ہے۔

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِى اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا

کہہ اب کیا تم جھگڑتے ہو ہم سے اللہ میں اور وہی ہے رب ہمارا اور رب تمہارا اور ہم کو عمل ہمارے

وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۝ اَمْ تَقُوْلُوْنَ

اور تم کو عمل تمہارے اور ہم اسی کے ہیں نرے کیا تم کہتے ہو

اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ

کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد

كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۗ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ۗ وَمَنْ

یہود تھے یا نصارے کہہ تم کو خبر زیادہ ہے یا اللہ کو اور اس سے

اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۗ وَمَا اللّٰهُ

ظالم کون جس نے چھپائی گواہی جو تھی اس کے پاس اللہ کی اور اللہ

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

بے خبر نہیں تمہارے کام سے

تلقین جواب از مجادلہ اہل کتاب

اور اگر اہل کتاب آپ سے اس بارہ میں مجادلہ کریں کہ ہم خدا کے رنگ کے ساتھ رنگین ہیں ہمارا دین اور ہماری کتاب تمہارے دین اور تمہاری کتاب سے مقدم ہے نبوت و رسالت ہمیشہ ہمارے ہی خاندان میں رہی اور ہم اللہ کے محبوب ہیں تو آپ اُن کے جواب میں یہ کہہ دیجئے کہ کیا تم ہم سے اللہ کے بارہ میں مجادلہ کئے چلے جاتے ہو حالانکہ وہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اس کی ربوبیت کسی کے ساتھ مخصوص نہیں۔ سب کو عام ہے جو اس کے حکم کے مطابق طاعت اور عبادت کرے گا وہ قبول ہوگی ورنہ رد۔ اور ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں کہ سراسر اس کے حکم کے مطابق ہیں آخری نبی کی زبانی جو آخری حکم نازل ہوا اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور تمہارے لئے تمہارے اعمال

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ ۖ

وہ ایک جماعت تھی گذر گئی ان کا ہوا جو کما گئی اور تمہارا ہے جو تم کماؤ

ع ۱۶ / ۱۶ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

اور تم سے پوچھ نہیں ان کے کام کی

ہیں کہ ناسخ کے نازل ہونے کے بعد منسوخ حکم اور محرّف شریعت پر چل رہے ہو اور تازہ اور محفوظ شریعت سے اعراض اور انحراف کر رہے ہو اور علاوہ ازیں ہمارے اور تمہارے درمیان میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ ہم خالص اللہ ہی کیلئے عبادت کرنے والے ہیں اور تم جو کچھ کرتے ہو وہ تعصب اور نفسانیت اور دنیوی اغراض اور اپنی آبائی رسم کے باقی رکھنے کیلئے کرتے ہو بلکہ صریح شرک میں مبتلا ہو حضرت عزیر اور حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا بتلاتے ہو۔ توحید اور اخلاص کا تم پر کوئی ہلکا سا نشان بھی نہیں۔ لہٰذا تمہارا یہ دعویٰ کہ ہم خدا کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں سراسر غلط ہے تم تو سرتاپا شرک کے رنگ میں رنگے ہوئے ہو تمہارا رنگ تمہارے اعمال سے ظاہر ہے اور ہمارا رنگ ہمارے اعمال سے ظاہر ہے اور کیا تم اس آخری پیغام کی ضد اور اپنی منسوخ اور محرّف شریعت کی پچ میں یہ کہتے ہو کہ تحقیق ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور ان کی اولاد یہودی یا نصرانی تھے حالانکہ یہ لوگ نزول توریت و انجیل اور یہودیت اور نصرانیت کے ظہور سے پہلے گذر چکے ہیں اور گذشتہ آیات میں ان حضرات کا ملت اسلام پر ہونا بخوبی واضح ہو چکا ہے آپ ان کے جواب میں یہ کہدیجے کہ تم زیادہ جاننے والے ہو یا اللہ زیادہ جانتا ہے کہ جس نے یہ خبر دی ہے کہ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اب بتلاؤ تم زیادہ جاننے والے ہو یا اللہ اور ظاہر ہے کہ اللہ سے زیادہ جاننے والا کون ہو سکتا ہے بلکہ نصوص توریت و انجیل اس پر شاہد ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی ملت حنفیت تھی۔ ختنہ اور حج بیت اللہ ان کا شعار تھا یہودیت اور نصرانیت کے خواص مثلاً ہفتہ اور اتوار کی تعظیم ان کی شریعت میں نہ تھی اور یہ سب کچھ ان کو معلوم ہے مگر چھپاتے ہیں اور ایسے شخص سے بڑھکر کون ظالم ہو سکتا ہے کہ جو ایسی شہادت کو چھپائے اور مخفی رکھے جو اس کے پاس محفوظ ہو اور اسکو خوب یاد ہو اور وہ شہادت اس کو من جانب اللہ پہونچی ہو اور اس کے اعلان اور اظہار کا وہ مامور ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں تمہارا واضح شہادتوں کو چھپانا اور نصوص توریت و انجیل میں تحریف اور تغیر و تبدل کرنا سب اللہ کی نظروں کے سامنے ہے اور تم اس پر غرہ نہ کرنا کہ ہم

ان بزرگوں کی اولاد ہیں یہ ایک جماعت تھی جو گذر گئی اور اپنے اعمال اپنے ساتھ لیگئی اور مال و متاع کیطرح تمہارے لئے اعمال صالحہ کا ذخیرہ چھوڑ کر نہیں گئی کہ جو بوقت ضرورت تمہارے کام آئے اُس جماعت کے لئے اس کا کیا ہوا کام آئے گا اور تمہارے لئے تمہارا کیا ہوا کام آئے گا اور تم سے اُن کے اعمال کے متعلق کوئی سوال نہ ہوگا لہذا جب تم کو ان کے اعمال سے کوئی تعلق نہیں تو پھر اُن کے اعمال سے نفع کی اُمید رکھنا سفاہت اور نادانی ہے۔

فائدہ

یہ آیت قریب ہی میں گذر چکی ہے تاکید اور مبالغہ کے لئے اس کو مکرر لائے کہ پھر کہے دیتے ہیں کہ عمل کرو آباء و اجداد کے بھروسہ پر نہ رہو۔

الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات والصلاۃ والسلام علی سید البریات وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ الطاہرات۔ مسلسلات ومتواترات ۴ شوال المکرم۔ یوم دوشنبہ۔ مقام بہاولپور

(باقی آئندہ)

ترغیب الاضحیہ

(از حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ)

"ادارہ اس شمارہ سے حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے مواعظ کی اشاعت کا سلسلہ شروع کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے۔ یہ مواعظ امت کیلئے اس قدر مفید ثابت ہوئے ہیں کہ جس نے ان کا مطالعہ کیا، وہ نہ صرف ذہنی طور پر بلکہ بفضلہ تعالیٰ عملی طور پر اس سے متاثر ہوا اس وعظ میں جس کا نام "ترغیب الاضحیہ" ہے قربانی کی فضیلت کا مضمون بیان ہوا ہے۔ مگر مطالعہ کے بعد معلوم ہوگا کہ بالکل انوکھے اور نرالے انداز سے اس عبادت کی فضیلت ثابت فرمائی ہے۔ یہ وعظ جامع مسجد تھانہ بھون میں بتاریخ ۷، ذیقعدہ ۱۳۳۰ھ تقریباً ایک گھنٹہ ہوا۔ اور مولانا عبداللہ صاحبؒ نے اس کو ضبط فرمایا۔

حق تعالیٰ اس سلسلہ کو ناظرین کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید فرمائے! مدیر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولٰنا محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلٰی اٰلہ واصحابہ وسلم اما بعد فقد ورد فی حدیث طویل قالوا ما ھذہ الاضاحی

یارسولَ اللّٰہ قال سُنَّۃُ ابیکم ابراھیم

یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے فضیلت اضاحیؔ[1] میں۔ اس وقت ایک مختصر سا مضمون اضاحی کے متعلق عرض کرتا ہوں۔ ہر چند کہ خستگی سفر کی وجہ سے تکان تھا۔ مگر بعض عزیز مہمان اس وقت آئے

---

[1] قربانیاں ۱۲

ہیں ان کی وجہ سے خیال آیا کہ کچھ بیان ہو جائے اور اسقدر مقدم بیان کرنے کی اگرچہ ابھی ایامِ[1] نحر میں مدت زیادہ باقی ہے یہ وجہ ہے کہ پھر سفر کا ارادہ ہے خدا جانے پھر وقت ملے یا نہ ملے اس وقت صرف ترغیب کے لئے فضیلت بیان کرنا مقصود ہے۔ باقی مفصل احکام اگر وقت ملا تو انشاء اللہ تعالیٰ قریب زمانے میں بیان کر دئے جائیں گے۔ مضمون مقصود سے پہلے ایک مضمون بطور تمہید کے بیان کیا جاتا ہے کہ جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کیسے کریم ہیں کہ ہمارے نفع کی کوئی بات حضورؐ نے بغیر تبلیغ کے نہیں چھوڑی۔ قربانی۔ نمازؔ۔ روزہ۔ حجؔ۔ زکوٰۃؔ۔ یہ سب احکام اس وقت ہم کو ایک معمولی باتیں معلوم ہوتی ہیں اور ہم کو ان کی کچھ قدر نہیں یعنی جیسی قدر کرنا چاہیئے۔ اس درجہ قدر نہیں ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ہمیشہ سے آباء و اجداد سے سنتے چلے آئے ہیں جن لوگوں کو جستجو کے بعد یہ دولت ملی ہو گی ان کی کیا حالت ہوئی ہو گی۔ جیسے بھوکا آدمی اگر آدھی روٹی بھی مل جاتی ہے تو غنیمت سمجھتا ہے۔ اور اگر معدہ فاسد ہو گا تو اس کو پلاؤ زردے کی بھی قدر نہ ہو گی۔

چنانچہ صحابہ کے سوالات کے بعد جو جواب عنایت ہوئے ان کو تو بعد طلب ملے اور ہم کو مفت جیسا اس حدیث میں بھی ایسا ہی مضمون ہے تو صحابہؓ کی طرح ہم کو بھی ان کی قدر کرنا چاہیئے۔ اور یہ مضامین ثواب وعذاب کے وہ ہیں کہ کوئی شے ان سے زیادہ افضل و انفع ہمارے لئے نہیں ہے ورنہ لازم آئیگا کہ (نعوذ باللہ) حضورؐ نے ہم سے دریغ فرمایا اور کام کی بات چھپائی۔ حالانکہ یہ بات ممکن نہیں۔

احکامِ شریعت کے نافع ہونے کی دلیل

اور باوجود نافع ہونے کے سہل اس قدر ہیں کہ کسی قسم کی تنگی ان میں نہیں ہے بلکہ ان احکام کا سہل ہونا یہ خود دلیل انفع ہونے کی ہے۔ اس لئے کہ قاعدہ تکوینیہ ہے کہ جو شے زیادہ نافع ہوتی ہے وہ نہایت سہل الحصول[2] ہوا کرتی ہے۔ دیکھو آدمی اور سب حیوانات کو سب سے زیادہ ضرورت ہوا کی ہے۔ اگر ایک منٹ بھی ہوا نہ ہو تو حیات ہی معرض ہلاک میں آجائے۔ وہ ہی اسقدر ارزاں ہے کہ اس کی کچھ قیمت ہی نہیں۔ اس کے بعد پانی کی ضرورت ہے۔ وہ اسقدر سستا نہیں ہے لیکن اور چیزوں کے اعتبار سے ارزاں ہے۔ اس کے بعد غذا کی ضرورت ہے۔ وہ اس سے زیادہ گراں ہے۔ اور جس شے کی بالکل ہی ضرورت نہیں ہے وہ نہایت گراں ہے جیسے جواہرات کہ عمر بھر بھی اگر کسی کو نہ ملیں تو کچھ حرج نہ ہو۔ چنانچہ صدہا آدمی ایسے ہیں کہ وہ جانتے بھی نہیں کہ لعل کیا ہے اور

[1] قربانی کے دن۔ [2] یعنی اس کا حاصل کرنا سہل ہوتا ہے ۱۲

زبرجد کس چیز کا نام ہے۔ اسی طرح جس قدر علوم زیادہ نافع اور کارآمد ہیں وہ نہایت سہل ہوتے ہیں۔ چنانچہ علومِ شریعت بھی ایسے ہی ہیں کہ نہایت ضروری اور نافع ہونے کی وجہ سے نہایت سہل ہیں۔ اور ہر جگہ ان کے بتلانے والے موجود ہیں۔ اور وہ کوئی معاوضہ نہیں لیتے۔ اور یہی راز ہے اس میں کہ قرآن شریف کی تعلیم کرنے والے کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ اور نہایت قلیل معاوضہ پر مل جاتے ہیں۔ بخلاف دیگر علوم کے کہ وہ کم ہیں۔ اور گراں ہیں۔ غرض دیکھنے کی چیز نفع ہے نہ کہ مضمون کی دوسری صفات مثل نایابی یا رنگینی یا لذت یا غموض و نحو ذٰلک۔

اکثر لوگ رنگین مضامین ڈھونڈھا کرتے ہیں۔ چنانچہ وعظ میں بھی اس کا تجسس[1] رہتا ہے کہ جس کے وعظ میں مزہ دار اشعار ہوں اور نکتے اور لطائف و حکایات ہوں اس کو پسند کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی وعظ میں سیدھے مسائل سنا دے اس سے بھاگتے ہیں۔ حالانکہ یہ زیادہ نافع ہے لیکن ان کو کیا معلوم ہے کہ ہمارے نفع کی کیا چیز ہے قال اللّٰہ تعالیٰ عَسٰٓی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰٓی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّکُمْ یعنی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناگوار سمجھو اور وہ تمہارے لئے نافع ہو۔ اور ہو سکتا ہے کہ کسی چیز کو تم نافع سمجھو اور وہ مضر ہو۔ حق تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے کہ ایسے ایسے مضامین ہم کو بتائے جو ہمارے کام آنے والے ہیں اور بے کار اور غیر ضروری مضامین ہم کو نہیں سکھلائے گو وہ رنگین ہوں۔ یہ تمام تقریر اس لئے عرض کی گئی کہ جو مضمون اس وقت بیان کیا جائے گا اس کو بے قدر اور معمولی نہ سمجھا جائے۔ حاصل یہ کہ ان مضامین نافعہ میں سے یہ مضمون بھی ہے کہ جو حق تعالیٰ نے حضور کے ذریعہ سے ہم کو بتایا ہے۔

قربانی کو سنتِ ابراہیم ؑ فرمانا بڑی فضیلت ہے

حاصل اس کا یہ ہے کہ حضور ؐ قربانی کے متعلق ارشاد فرما رہے تھے صحابہؓ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ یہ قربانیاں کیا چیز ہیں؟ حضور ؐ نے فرمایا کہ "تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے" اس مضمون کو سنکر لوگ کہیں گے کہ قربانی کی اس میں کیا فضیلت ہے۔ لیکن سمجھدار کے لئے یہ بڑی بھاری فضیلت ہے۔ بلکہ جس قدر فضائل قربانی کے آئے ہیں ان میں سب سے زیادہ بڑی فضیلت یہی ہے۔ چنانچہ عنقریب واضح ہو جائے گا۔

درمیان میں جملۂ معترضہ کے طور پر عرض کیا جاتا ہے کہ سُنَّةُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاهِیْمَ[2] کیوں فرمایا۔ سنۃ[3]

---

[1] تلاش ۱۲ [2] تمہارے باپ ابراہیم ؑ کی سنت ہے ۱۲ [3] ابراہیم ؑ کی سنت ہے ۱۲

ابراہیم" فرمادیتے۔ "اَبِیْکُمْ" کا لفظ کیوں بڑھایا؟ اس کے متعلق دو اعتبار سے کلام ہے۔ اوّل تصحیح کے اعتبار سے کہ ابراہیمؑ کو تمام امت کا باپ کیسے فرمادیا۔ دوسرے غرض کے اعتبار سے کہ اس نسبت کی تصریح سے کیا فائدہ نکلا؟ سو تصحیح کے اعتبار سے تو یہ ہے کہ "اَبِیْکُمْ" فرمانا ایک تو اسطرح اس لئے صحیح ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اکثر عرب کے باپ ہیں۔ اس لئے کہ اکثر عرب بنو اسمٰعیل ہیں اور اسمٰعیل علیہ السلام بیٹے ہیں ابراہیم علیہ السلام کے۔ اس لئے "ابیکم" فرمایا۔ لیکن چونکہ آیت میں خطاب تمام امت کو ہے اس لئے کہ احکام مخصوص اہل عرب کے ساتھ تو ہیں نہیں۔ اس لئے بہتر وجہ دوسری ہے کہ "ابیکم" سے مراد روحانی باپ لئے جائیں اس لئے کہ ابراہیم علیہ السلام ہمارے روحانی باپ ہیں۔

اور وجہ اسکی یہ ہے کہ ہمارے حضورؐ کو ابراہیم علیہ السلام سے بہت قرب ہے۔ نسباً بھی اور شرعاً بھی۔ نسباً تو ظاہر ہے کہ حضورؐ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ اور شرعاً اس لئے کہ شریعت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام شریعت ابراہیمی سے بہت ملتی جلتی ہے، اصولاً بھی اور فروعاً بھی۔ اسی واسطے فرمایا ہے وَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا۔ یعنی اتباع کرو ملت ابراہیمؑ کا۔

ایک شبہ کا ازالہ

یہاں پر ایک شبہ ہوتا ہے کہ حضورؐ کی شریعت تو تمام ملل وادیان کی ناسخ ہے۔ پھر ملت ابراہیمی کے اتباع کا آپ کو امر کیوں فرمایا؟ جواب یہ ہے کہ ملت ابراہیم کے اتباع کا امر اس حیثیت سے نہیں ہے کہ وہ ملت ابراہیم ہے بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ وہ شریعت محمدیہ ہے اور ملت ابراہیمی بھی اس کا ایک لقب ہے اور یہ لقب اس لئے ہے کہ دونوں ملتیں آپس میں اصولاً وفروعاً باعتبار فروع کثیرہ کے متناسب ومتوافق ہیں۔ اور اسی واسطے یہ نہیں فرمایا کہ "اتَّبِعُوْا اِبْرٰهِيْمَ" کہ ابراہیم علیہ السلام کا اتباع کرو بلکہ اتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ (ملت ابراہیم کا اتباع کرو) فرمایا۔ اسکی ایسی مثال ہے جیسے کہا جائے کہ مذہب حنفی اختیار کرو تو اس کے یہ معنی نہیں کہ شریعت نبویہ کو چھوڑ دو۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اتباع شریعت میں جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے وہ اختیار کرو۔

دوسرے شبہ کا ازالہ

اب یہاں سے ان معترضین کا اعتراض بھی جاتا رہے گا جو مقلدین امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کہا کرتے ہیں۔ کہ یہ لوگ تو حضورؐ کو چھوڑ کر امام ابوحنیفہ رحؒ کا اتباع کرتے ہیں۔

[illegible] تمام [illegible] شریعت [illegible] ملتی جلتی ہو

الحاصل جب یہ امر ثابت ہو گیا کہ ہمارے حضورؐ کو ابراہیم علیہ السلام سے دینی بھی بہت قرب ہے۔ اور نسبی بھی کہ ابراہیم علیہ السلام آپ کے باپ ہیں تو اب یہ سمجھو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے روحانی باپ ہیں اور اس کی تین دلیلیں ہیں۔

اول وجہ عقلی ہے وہ یہ کہ دیکھنا چاہیئے کہ باپ بیٹے کے ساتھ کیا کیا کرتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ باپ کا کام یہ ہے کہ محنت و مشقت جھیلتا ہے اپنے اوپر طرح طرح کے مصائب اٹھاتا ہے جس طرح اس سے ہو سکتا ہے۔ اولاد کو پرورش کیا کرتا ہے اسی طرح ہمارے حضور ہیں کہ روحانی پرورش فرماتے ہیں حضور نے اپنی امت کے واسطے باپ کی طرح بلکہ زیادہ قسم قسم کی تکالیف برداشت فرمائیں۔ اور امت کی تربیت میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ پس آپ روحانی باپ ہوئے۔

آیت سے آپ کے باپ ہونے کا ثبوت

دوسرے یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ یعنی نبی مومنین کے ساتھ ان کے نفوس سے بھی زیادہ قرب ہیں۔ اور نبی کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔ جب آپ کی بیبیاں ہماری مائیں ہیں حالانکہ وہ مربّی امت نہیں ہیں صرف مربی کی بیبیاں ہیں تو خود آپ جو کہ مربی ہیں ضرور باپ ہیں۔ اور اس ابوۃ و امومیت کو اس درجہ قوت ہے کہ نبی کی بیبیوں سے بعد وفات کے نکاح بھی حرام ٹھہرا

تیسری دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ لوگوں کو سن کر حیرت ہو گی کہ اس آیت سے باپ ہونے پر کیسے استدلال ہو سکتا ہے۔ بلکہ اس سے تو ابوۃ کی نفی مستنبط ہوتی ہے۔ لیکن بعد تقریر مقصود کے انشاء اللہ تعالیٰ واضح ہو جائے گا۔ کہ اس سے نہایت صاف طور سے ابوۃ حضور کی سمجھی جاتی ہے جس میں کلام ہو رہا ہے۔

اول ایک مقدمہ عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ نحو کا قاعدہ ہے کہ "لکن" کے ماقبل اور مابعد میں تضاد ہوتا ہے اور "لکن" کا مابعد ایک شبہ کا جواب ہوتا ہے جو "لکن" کے قبل سے پیدا ہوا ہے جیسے کہتے ہیں کہ "زید آگیا لیکن اس کا بھائی نہیں آیا" اب اس آیت میں غور فرمائیے کہ "لکن" کے ماقبل اور مابعد میں تضاد بظاہر

امت کی تربیت کرنیوالی ۱۲ ؎ باپ اور ماں ہونے کو ۱۲ ؎ یعنی باپ ہونا ثابت ہوتا ہے ۱۲ ؎ مخالفت ۱۲ ؎ اس مثال میں لفظ "لیکن" سے پہلے "زید آگیا ہے۔ اور لیکن کے بعد "اسکا بھائی نہیں آیا ہے۔ تو یہ دونوں جملے ایک دوسرے کے مخالف ہیں نیز پہلے جملے یعنی "زید آگیا" کہنے کے بعد سوال

سمجھ میں نہیں آتا۔ اس لئے کہ باپ نہ ہونے اور رسول ہونے میں کیا تقابل ہے۔ حالانکہ تضاد ہونا چاہئے تو غور کرنے کے بعد سمجھ میں آتا ہے۔ وہ یہ کہ جب فرمایا مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ تو اس سے شبہ ہوا کہ جب حق تعالےٰ نے ابوۃ کی نفی فرمادی تو حضورؐ ہمارے کسی قسم کے بھی باپ نہیں ہوں گے۔ اس لئے لٰکن سے اس شبہ کو دفع فرماتے ہیں کہ ہاں ایک قسم کے باپ ہیں وہ یہ کہ رسول اللہ ہیں یعنی روحانی باپ ہیں کہ تمہاری روحانی تربیت فرماتے ہیں۔

پس اگر رسول کی دلالت معنیٰ ابوۃ پر معتبر نہ کی جائے تو کلام میں ربط نہ ہوگا۔ غرض عقلاً و نقلاً ثابت ہے کہ حضورؐ ہمارے باپ ہیں اور ابراہیم علیہ السلام حضورؐ کے نسبی باپ ہیں۔ تو ثابت ہوگیا کہ ابراہیم علیہ السلام ہمارے باپ کے باپ ہیں۔ اس لئے کہ جب زوجیت[1] کے تعلق سے آپ کی بیبیوں کو ہماری مائیں فرمادیا تو نسبی تعلق تو اس سے زیادہ ہے۔ اور قرآن شریف میں بھی آیا ہے مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ۔ تمہارے باپ ابراہیم کی ملت، یہاں تو ظاہر ہے کہ روحانی باپ مراد ہیں۔ کیونکہ خطاب یقیناً عام ہے۔

لفظ "ابیکم" بڑھانے کا نکتہ

یہ کلام تو تصحیح میں تھا۔ اب سمجھئے کہ غرض اور نکتہ اس لفظ کے بڑھانے میں کیا ہے۔ کیا سنۃ ابرٰھیم کافی نہ تھا۔ بات یہ ہے کہ شفیق باپ بیٹے کو قسم قسم سے سمجھایا کرتا ہے۔ اور ہر وقت اس ذہن میں رہتا ہے کہ ایسے عنوان سے سمجھانا چاہئے کہ مؤثر ہوجائے۔ حضورؐ چونکہ باپ ہیں بلکہ باپ سے زیادہ شفیق ہیں اس لئے ترغیب کے مؤثر ہونے کیلئے حضورؐ نے اس عنوان کو اختیار فرمایا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ انسان کی طبعی بات یہ ہے کہ اس کو اپنے باپ دادے سے اور ان کے رسم و رواج سے تعلق ہوتا ہے۔ اور اس رسم کا دل سے نکلنا بہت بھاری ہے۔ چنانچہ جب کفار کو بت پرستی سے روکا جاتا تھا۔ یا آجکل کی رسم مروجہ کو روکا جاتا ہے تو بڑا جواب یہ ہوتا ہے کہ اوپر سے ایسے طرح ہوتی آئی ہے۔ غرض خاندانی بات کی بڑی ترجیح ہوتی ہے۔ اور یہی حکمت ہے حدیث الائمۃ من قریش یعنی امام قریش کو بنانا چاہئے" میں کہ وہی تخصیص کی وجہ ہے وہ یہ کہ دین اسلام کا ظہور حضورؐ سے ہوا اور آپ قریش میں سے ہیں تو گویا دین قریش کے گھر کی چیز ہے۔ سو جس قدر اُن کو حمایت دین کی ہوگی اسقدر دوسرے کو نہ ہوگی۔ باقی یہ کہ بنی ہاشم کو خاص کیوں نہیں کیا تو وجہ یہ ہے کہ بنی ہاشم بہ نسبت قریش کے بہت کم ہیں اور قریش زیادہ۔ ممکن ہے کہ ان میں سے کسی وقت صاحب صلاحیت کی تلاش میں دقت ہوتی۔ بہرحال اس

---

[1] نکاح کے تعلق سے ۱۲

حکمت سے تائید ہوگئی کہ خاندانی شے سے بہت تعلق ہوتا ہے اور خصوصاً عرب میں کہ وہاں حمیت قومی کا بڑا جوش تھا جب یہ ثابت ہوگیا تو حضور ترغیب دینے کیلئے فرماتے ہیں کہ "میاں یہ قربانی کرنا تو کوئی باہر کی بات نہیں یہ تو تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے یہ تو خاندانی مذہب ہے اس کو کیوں چھوڑتے ہو" دیکھا آپ نے کہ حضور کو اپنی امت پر کس قدر شفقت ہے کہ طرح طرح کے عنوانوں سے آپ ہم کو ترغیب دیتے ہیں کہ شاید یہ عنوان موثر ہو جائے۔ اللہ اکبر۔

فضیلت

بہرحال مقصود فضیلت بیان کرنا ہے اضحیہ[1] کی۔ رہا یہ امر کہ اس سے فضیلت کیسے ثابت ہوئی تو اس کا سمجھنا چند مقدمات کے سمجھنے پر موقوف ہے۔ اول یہ معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ ابراہیم علیہ السلام کی سنت جو فرمایا تو اس کی کیا وجہ ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کیا کیا تھا کہ جس کی وجہ سے اضحیہ سنت ابراہیمی ہوئی۔ سو کوئی مسلمان ایسا نہ ہوگا کہ اس کو معلوم نہ ہو کہ انہوں نے کیا کیا تھا۔ انہوں نے یہ کیا تھا کہ بامر الٰہی اپنے پیارے بیٹے کے ذبح کرنے کا عزم مصمم[2] کر لیا تھا۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ عزم شے اس شے کے کر دینے کے حکم میں ہے یعنی جو ثواب یا عقاب[3] کسی فعل کے ارتکاب کرنے پر مرتب ہوتا ہے وہی اس فعل کے عزم[4] پر بھی مرتب ہوتا ہے۔ دیکھئے اگر کسی نے دولہا کے پاس جو بیوی کو پہچانتا نہ ہو کسی عورت کو اجنبی عورت کہہ کر بھیجدیا جائے حالانکہ وہ اس کی منکوحہ[5] ہو اور وہ اس سے مجامعت کرے تو زنا کا گناہ ہوگا۔ اور اگر منکوحہ بتلا کر اجنبیہ کو بھیجدیں تو کچھ گناہ نہیں ہے۔ اسیطرح اگر حلال کھانے کو کسی نے مغصوب[6] کہا تو اس کا کھانا حرام ہے۔ اور اگر حرام کو حلال کہہ دیا اور اس کو کوئی شبہ تو یہ نہیں ہوا تو اس کا کھانا حلال ہے۔ ان مسائل سے معلوم ہوا کہ ثواب و عذاب کا مدار عزم پر ہے تو گو ابراہیم علیہ السلام نے ذبح نہیں کیا لیکن عزم تو فرمایا بلکہ فعل کا وجود بھی ہوا گو اثر مرتب نہیں ہوا۔ یعنی چھری پھیر دی اور یہی سمجھ کر چھری پھیری کہ بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں لیکن حق تعالےٰ نے بجائے ان کے مینڈھے کو بھیجدیا۔ پس حسب قاعدۂ مذکورہ ان کو تو فضیلت ذبح ولد کی حاصل ہوگئی۔ تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ دیکھنا چاہیئے کہ بیٹے کے ذبح کرنے اور اللہ کی راہ میں نثار کرنے کا کتنا ثواب ہے۔

محبوب چیز کو قربان کرنے کا ثواب تو قواعد شرعیہ سے یہ امر معلوم ہوتا ہے کہ جس شے کو خرچ کیا ہے

[1] قربانی ۱۲ [2] پختہ ارادہ ۱۲ [3] عذاب ۱۲ [4] ارادہ ۱۲ [5] بیوی ۱۲ [6] ظلم سے لیا ہوا جانا یا ۱۲

وہ جسقدر زیادہ محبوب ہوگی اسی قدر زیادہ ثواب ہوتا ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ تم بھلائی کو ہرگز حاصل نہ کر سکو گے جب تک اپنی محبوب چیز کو خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جسقدر زیادہ محبوب کا انفاق ہوگا اسی قدر برّ حاصل ہوگی۔ اگر کوئی کہے کہ اس آیت سے تو نفس برّ کا حاصل ہونا معلوم ہوگا فضیلت اس سے کیسے معلوم ہوئی۔ جواب یہ ہے کہ برّ سے مراد برّ کامل ہے اور دلیل اس کی اگلی آیت ہے فرماتے ہیں وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ۔ یوں جو بھی تم خرچ کروگے اللہ تعالیٰ اسکو جاننے والے ہیں یعنی اس کا ثواب دے ہی دیں گے تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ خواہ محبوب شے خرچ کی جائے یا غیر محبوب ثواب تو ہر صورت میں ہوتا ہے اس لئے کہ شے بیان ہے ما کا اور وہ عام ہے شامل ہے ہر قلیل وکثیر کو۔

پس خلاصہ دونوں آیتوں کا یہ ہوا کہ نفس ثواب تو تم کو ہر شے کے انفاق میں مل جائے گا لیکن "برِّ خاص" محبوب ہی کے انفاق میں ہے تو یہ اسلوب دال ہے اس پر کہ برّ سے مراد ثواب کامل ہے پس وہ مدعا ثابت ہوا کہ شے منفق جس درجہ محبوب ہوگی اسی درجے کا ثواب زیادہ ہوگا۔ پس جب یہ امر ثابت ہو چکا تو دیکھنا چاہیے کہ بیٹے سے آدمی کو کسقدر محبت ہوتی ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ بیٹے کے ساتھ اپنے نفس سے زیادہ محبت ہوتی ہے اپنے لئے جو کمال انسان کو محبوب ہوتا ہے وہ ہرگز نہیں چاہتا کہ دوسرے کو ہو لیکن بیٹے کے لئے چاہتا ہے کہ ہر کمال میں مجھ سے بڑھ جائے۔ ان مقدمات سے ثابت ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام نے وہ کام کیا کہ اس سے بڑھ کر ہو نہیں سکتا۔ تو ظاہر ہے کہ اسکا ثواب نہایت ہی عظیم الشان ہوگا۔

اضحیہ سنت ابراہیمی کیوں ہے

اس کے بعد معلوم کرنا چاہیئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "اضحیہ" کو "سنت ابراہیم" فرمایا ہے حالانکہ جو عمل ابراہیم علیہ السلام نے کیا وہ اور ہے اور تضحیہ دوسرا عمل ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کا عمل "ذبح ولد" ہے اور تضحیہ "ذبح حیوان" ہے۔ پھر اضحیہ سنت ابراہیمی کیسے ہوئی تو یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ ہم کو اضحیہ میں اسی قدر ثواب ملے جسقدر کہ ابراہیم علیہ السلام کو ذبح ولد میں ملا تھا۔ دونوں عملوں کی غایت کی اتحاد کیوجہ سے دونوں عمل کو ایک فرمایا گو عمل متغائر ہوں گویا یہ فرمایا "اے امت محمدیہ تم کو جانور کے ذبح میں وہی اجر ملے گا جو ابراہیم

لہ نیکی ۱۲ لہ فقط ۱۲ تہ وہ چیز جو خرچ کی جائے ۱۲ ؁ بیٹے کا ذبح ۱۲ ؁ سبب ایک ہونے کی وجہ سے

علیہ السلام کو ذبح ولد میں ملا تھا" دیکھئے کہ کسقدر فضیلت اضحیہ کی اس حدیث سے معلوم ہوئی۔

ایک نکتہ اور ایک نکتہ اس سے اور معلوم ہوا وہ یہ کہ جب کوئی بادشاہ انعام تقسیم کرتا ہے جو لوگ زیادہ مقرب ہوتے ہیں اور مرتبہ ان کا زیادہ ہوتا ہے ان کو ان کے مرتبے کے موافق انعام ملا کرتا ہے۔ پھر ان سے جو کم درجے کے ہیں ان کو اسی درجے کا انعام ملے گا۔ مثلاً وزراء و ارکان دولت کو بہت بڑا انعام ملے گا اور سادنے ادنے چپراسیوں اور خدام کو کم۔ پس حق تعالے کے نزدیک انبیاء کا مرتبہ سب مخلوق سے زیادہ ہے اور انبیاء میں ابراہیم علیہ السلام بہت بڑے جلیل القدر ہیں کہ خلیل اللہ ہیں تو جو انعام ان کو دیا گیا ہوگا ظاہر ہے کہ بہت بڑا انعام ہوگا کہ باوجود اتحاد[1] فعل کے بھی دوسرے شخص کو اتنا انعام نہ دیا جانا چاہیئے۔ یعنی اگر یہی فعل ذبح ولد کا دوسرا کرتا تو وہ اسقدر انعام پانے کا مستحق نہ سمجھا جاتا جسقدر کہ ابراہیم علیہ السلام کو دیا گیا ہے اور جہاں فعل بھی اس فعل سے ادون[2] ہو وہاں تو اتنا ملنے کی گنجائش ہی نہیں۔ مگر باوجود اس کے کہ یہ عمل ہمارا ذبح ولد سے بدرجہا ادون ہے پھر وہی انعام ہمارے لئے تجویز ہوا ہے۔ اللہ اکبر۔ کتنا بڑا انعام ہے اور امت محمدیہ پر یہ برکت حضورؐ کے کیسا کچھ لطف وکرم ہے

یہ فضیلت تو اضحیہ کی ایسی کہ اگر کسی کے ذمہ واجب بھی نہ ہو تو اس ثواب کی تحصیل کے واسطے وہ بھی نہ چوکے اور جس طرح بن پڑے بغیر کئے نہ رہے۔ آخر دنیا کے بہت سے کام بلا ضرورت محض تفریح کے لئے کرتے ہو اللہ تعالٰے کی رضامندی کے لئے اگر تھوڑا سا خرچ کر دو گے تو کیا حرج ہوگا اور اگر ضرورت ہی پر مدار رکھتے ہو اور یوں کہتے ہو کہ صاحب جو فرائض وواجبات ہیں ہم تو وہی ادا کریں گے تو دنیا کے کاموں میں اس پر عمل کیوں نہیں۔ ضرورت تو اسقدر ہے کہ سدِ رمق[3] کیلئے جو کی روٹی اور گرمی سردی سے بچاؤ کے لئے گاڑھے گزی کا کپڑا مل جاوے۔ پھر یہ پلاؤ اور زردے اور کوفتے کیوں کھاتے ہو؟ اور ململ و تن زیب و مخمل کیوں پہنتے ہو؟ اللہ اکبر نفس کے خوش کرنے کو تو غیر ضروری کام بھی کرلیں اور دین کے کام میں یہ پوچھتے ہیں کہ صاحب کیا بہت ضروری ہے۔ اس کے معنی تو یہ ہیں کہ اگر اس کا ترک بہت برا ہو تو بھلا اس کا اہتمام کریں ورنہ ترک کردیں۔ صحتِ اعتقاد کے لئے تو بے شک ضرور پوچھو کہ ضروری ہے یا نہیں کیونکہ ضروری کو ضروری اور غیر ضروری کو غیر ضروری اعتقاد رکھنا ضروری ہے لیکن کرنے کے لئے تو یہ پوچھنا

---

[1] کام ہونے کے باوجود ۱۲ [2] کم ۱۲ [3] سانس باقی رکھنے کے لئے ۱۲

کافی ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوتے ہیں۔ اگر معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اس عمل سے خوش ہوتے ہیں تو بلا تامل نہایت مستعدی اور رغبت سے اس کو کرو۔ بہت لوگ محبت دین کا دم بھرتے ہیں اور بدنی اعمال میں مستعد ہیں لیکن روپیہ خرچ کرنے کا جہاں وقت آیا تو وہ حیلہ حوالہ کرتے ہیں۔

حکایت اس پر مجھ کو ایک حکایت یاد آئی کہ ایک بدو کو کسی نے دیکھا کہ نہایت پریشان، بدحواس ہے اور رو رہا ہے اور پاس روٹیوں کا تھیلا بھرا رکھا ہے۔ کسی نے پوچھا کہ کیوں روتے ہو؟ کہا کہ میرا کتا بھوک سے مر رہا ہے اس شخص نے کہا کہ تھیلے میں کیا ہے؟ کہنے لگا روٹیاں ہیں اس نے کہا کہ پھر اس کو کیوں نہیں دیتا کہنے لگا کہ اتنی محبت نہیں رکھتا کہ روٹی دے دوں کہ اس کو دام لگے ہیں، صرف آنسو بہانے کی محبت ہے کہ مفت کے ہیں۔

تو بعض لوگوں کی محبت کا دعویٰ بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ جہاں ٹکا خرچ ہو وہاں صفر ہے اور یہاں تو درحقیقت خرچ بھی نہیں ہوتا کیونکہ صدقات وخیرات میں جو کچھ خرچ ہوتا ہے وہ تو اپنے پاس سے چلا جاتا ہے اگرچہ وہ کہیں جاتا نہیں بلکہ جو کچھ ہے اپنے ہی لئے ہے۔ اور قربانی تو ایسی شے ہے کہ کچھ ہاتھ سے بھی نہیں نکلتا اس لئے کہ ثواب کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اجزاء قربانی کے تقسیم ہی کرو بلکہ اختیار ہے خواہ تقسیم کر دو یا خود منتفع ہو۔ ہاں بیچنے کی اجازت نہیں ہے۔ غرض سب اپنے پاس رکھو جب بھی ثواب ملتا ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ اگر کوئی کہے کہ خدا تعالیٰ خرچ کرا کر لیتے بھی نہیں پھر کیا چیز مطلوب ہے؟ کیوں خرچ کروا لیتے ہیں۔ اس سے مقصود کیا ہے؟ اگر کہو گوشت کھلانا ہم کو مطلوب ہے تو منٹے اور مکہ معظمہ میں ہزاروں جانور ذبح ہوتے ہیں ان کا گوشت کوئی بھی نہیں کھاتا بالکل ضائع ہوتے ہیں اور یہ عقل کے خلاف ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ جناب من یہ تو محض بات ہے۔ لیکن تفہیم کے لئے عرض ہے کہ اگر تمہاری عقل میں کسی شے کا نہ آنا خلاف عقل ہونے کی دلیل ہے تو ہمارا آپ کا پیدا ہونا جس طریقے سے ہے وہ بھی عقل کے خلاف ہے اور اس کا امتحان یہ ہے کہ ایک بچہ ایسا تجویز کیا جائے کہ وہ تہ خانہ میں پرورش کیا جائے اور اس کے سامنے کبھی اس کا تذکرہ نہ کیا جائے کہ آدمی کس طرح پیدا ہوتا ہے حتیٰ کہ جب بیس برس کا ہو جائے تو اس سے دفعۃً کہا جائے کہ آدمی اس طور سے

پیدا ہوتا ہے تو ہرگز اس کی عقل میں نہ آئے گا اور ہم چونکہ رات دن دیکھتے ہیں سنتے ہیں کہ اس طریقے سے انسان پیدا ہوتا ہے اس لئے ہم کو خلاف عقل معلوم نہیں ہوتا۔ تو جناب ہم تو جب سے پیدا ہوئے ہیں ہمارے تمام حالات ہی خلاف عقل ہیں۔ ہماری عقل تو بس کھانے کمانے کی ہے ایسے ہی جیسے کسی بھوکے سے پوچھا تھا کہ دو اور دو کتنے ہوتے ہیں کہا کہ چار روٹیاں۔ ایسے ہی ہماری عقل صرف اس قدر ہے کہ کھا لو، پی لو اور باتیں بنا لو جب اتنی عقل ہے تو اسرار شریعت کہاں سے سمجھ میں آئیں۔ ایسے ہی نفس اضحیہ بلا تقسیم لحم کے بھی حکمت ہے۔ اگر ہماری عقل میں نہ آئے تو قابل انکار کیسے ہو گئی اور اس لئے ہمارے ذمہ ضروری نہیں ہے کہ اس حکمت و راز کو بیان کریں لیکن تبرعاً بتائے دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ اصل میں یہ سنت ابراہیمی کا اتباع ہے اور شے محبوب کا انفاق مقصود ہے۔ اور وہ صرف جانور ذبح کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ گوشت خواہ رکھیں یا تقسیم کریں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اصل عمل تو یہ تھا کہ بیٹے کو ذبح کریں لیکن اول تو سب کے بیٹا ہوتا نہیں دوسرے یہ کہ اگر یہ حکم ہوتا تو بہت کم ایسے نکلتے جو یہ عمل کرتے۔ یہ حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ جانور کو قائم مقام ذبح ولد کے کر دیا اور یہاں سے ایک امر اور بھی ثابت ہوا وہ یہ ہے کہ جب قائم مقام ولد کے ہے تو اس جانور کے اندر ضرور ایسے صفات ہونا ضروری ہیں کہ جن سے قائم مقام ولد کے ہو۔ وہ یہ کہ خوب موٹا تازہ جانور ہو کہ جس کو ذبح کرتے ہوئے کچھ تو دل دکھے جیسے ذبح ولد میں دکھتا۔ بالکل مریل نہ ہو کہ جس کے ذبح ہو جانے کو غنیمت سمجھے کم مرتا تو یہ ضرور، خیر اچھا ہوا اس سے یہی کام نکل آیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ناقہ ذبح کی تھی جس کی قیمت تین سو اشرفیاں تھیں۔ یہ جو لوگوں کی عادت ہے کہ رذل خذل کم قیمت جانور ذبح کر دیتے ہیں۔ یاد رکھو کہ وہاں اجر بھی ایسا ہی ملے گا۔ اور جب کہ وہ پھر تم کو ہی ملنے والا ہے تو جس قدر اس میں خرچ کرو گے اپنے ہی واسطے ہے

صدقہ سے مال کا کم نہ ہونا

اور یاد رکھو صدقہ سے مال گھٹتا نہیں۔ حدیث میں ہے لا ینقص مال من صدقۃ قط "صدقہ سے ہرگز مال کم نہیں ہوتا"۔ اور اس کے معنے یہ نہیں ہیں کہ اگر دس روپے پاس تھے تو دس ہی رہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ برکت ہوتی اور کام آتا ہے۔ اگر صدقہ نہ دیتا تو وہ اِدھر اُدھر ضائع ہو جاتا اور صدقہ دینے سے جسقدر باقی رہتا ہے وہ سب اسی کے کام آتا ہے۔ اور اس میں برکت ہوتی ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ قربانی میں مال ضائع کرنا ہے۔ جیسے آج کل نو تعلیم یافتہ اصحاب کا خیال ہے سر تا سر غلط ہے اور

[illegible]

قربانی کا مقصود اظہار محبت ہے اللہ تعالےٰ کے ساتھ۔ اور وہ اس میں حاصل ہے پھر مال ضائع کہاں ہوا؟

ایک شبہ کا جواب اور اگر کہا جائے کہ جی دکھتا ہے کہ ہماری شے جاتی رہی۔ جواب یہ ہے کہ وہ تمہاری شے ہے کہاں؟ خود تو اپنے ہو ہی نہیں۔ تمہاری شے کہاں سے آئی؟ تم خود مملوک ہو۔ غلام کسی شے کا مالک نہیں ہوا کرتا۔ اگر کوئی کہے کہ ہم مملوک نہیں ہیں۔ اول تو کون ایسا ہوگا جس کا یہ اعتقاد ہو کہ ہم اللہ کے مملوک نہیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس کی ایک دلیل بھی ہے وہ یہ کہ دیکھو خودکشی حرام ہے اگر تم اپنے مالک ہوتے تو اپنے اندر جو چاہتے تصرف کر سکتے تھے۔ پس آپ بھی خدا کے ہیں اور جانور بھی خدا کے۔ اگر کوئی کہے کہ جناب مال خرچ کرنے سے تو دل تنگ نہیں ہوتا بلکہ اس سے دل دکھتا ہے کہ جانور کی جان ضائع ہوتی ہے جواب یہ ہے کہ آپ بےفکر رہیے جب خود مالک ہی ضائع کرائے تو آپ کون ہیں بڑے درد مند کل کرتے ہیں ع

ہر عیبے[1] کہ سلطان بپسندد ہنر است۔ ؎

چوں[2] طمع خواہد ز من سلطانِ دین ∴ خاک بر فرقِ قناعت بعد ازین

اور اگر کسی طرح اس کی حکمت سمجھ میں نہ آئے تو اس طرح سمجھو کہ بعض دوائیں تو مؤثر بالکیفیت ہوتی ہیں اور بعض مؤثر بالخاصہ۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ نصوص سے ثابت ہو گیا کہ یہ اعمالِ صالحہ مؤثر بالخاصہ ہیں ہم کو حضورؐ کے فرمانے سے معلوم ہوا کہ اضحیہ ہمارے لئے نافع ہے۔ اس میں یہ خاصہ ہے۔ ہم کو لم[3] اور علت معلوم نہیں ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ اے عزیز محمد بن زکریا طبیب اگر کہہ دیں کہ فلاں دوا میں یہ خاصہ ہے تو اس کے کہنے پر تو ایسا یقین رکھتا ہے کہ اس میں شبہ ہی نہیں ہوتا اور محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر کسی فعل کا خاصہ بیان فرمائیں تو اس میں تجھ کو شبہ ہوتا ہے۔ بفضلہ تعالےٰ بقدر ضرورت فضیلت اضحیہ کی ثابت ہو گئی۔ اس وقت میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں فقط۔

---

[1] جس عیب کو بادشاہ پسند کرے وہ ہنر ہے ۱۲ [2] یعنی جب مالک کا حکم ہو کہ طمع اور حرص اختیار کرو تو پھر قناعت کا نام بھی نہ لینا چاہیے ۱۲ [3] دلیل ۱۲

"وہ اپنا گدھا انگور کے درخت سے باندھے گا"

سو مدارج النبوۃ میں ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح فرمایا تو وہاں ایک سیاہ حمار دیکھا۔ آپنے اُس سے کلام فرمایا۔ اور اس کا نام دریافت فرمایا اس نے جواب دیا کہ میرا نام یزید بن شہاب ہے۔ حق تعالیٰ نے میری دادی کی نسل سے ساٹھ حمار پیدا کئے جس پر سوائے نبی کے کسی نے سواری نہیں کی اور مجھکو اُمید ہے کہ آپ مجھپر سواری فرمائیں گے میری دادی کی نسل سے میرے سوا اب کوئی باقی نہیں رہا۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے آپکے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسپر سواری فرمائی۔ اور وہ حمار آپ کی وفات کے بعد صدمۂ وصال سے ایک کنوئیں میں گر کر مر گیا۔

(اور اُسی گیارہویں آیت میں ہے)

"وہ اپنا لباس مے میں اور اپنی پوشاک آب انگور میں دہو ویگا"

اس آیت میں اصل عبرانی سے ترجمہ کرنے میں کچھ تصرف کیا گیا ہے اور درحقیقت اس طرح تھا

"وہ اپنا لباس مے سے اور اپنی پوشاک آب انگور سے دہو ویگا"

یعنی اُس نبیٔ آخر الزماں کی شریعت میں شراب حرام کیجائیگی۔ اور جس طرح دیگر نجاسات سے کپڑوں کے دہونے کا حکم دیا جاتا ہے اسی طرح شراب سے بھی کپڑوں کے پاک رکھنے اور دہونے کا حکم دیا جائیگا اور عجب نہیں کہ اس سے محبت الٰہی کی شراب میں استغراق مراد ہو۔ نبیٔ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان تو بہت ارفع ہے۔ آپ تو سید الاولین والآخرین بلا فخر ہیں۔ آپکی اُمت میں ہزارہا بلکہ لاکھوں ایسے گذر گئے کہ عشق الٰہی اور محبت ربانی میں کوئی اُمت اُن کی ہمسری نہیں کرسکتی"

(اور پھر بارہویں آیت میں ہے)

"اُس کی آنکھیں مے سے لال ہوں گی۔ اور اس کے دانت دودھ سے سفید ہونگے"

اس آیت میں اُسی نبی مبشر کے حلیۂ مبارک کی طرف اشارہ ہے کہ اُسکی آنکھیں سُرخ اور دانت سفید ہونگے۔ چنانچہ زرقانی شرح مواہب میں ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تجارت کیلئے بصریٰ تشریف لیگئے تو ایک سایہ دار درخت کے قریب قیام فرمایا جہاں نسطورا راہب کا تکیہ تھا نسطورا راہب نے میسرہ غلام سے جو آپکے [illegible] تھا یہ دریافت کیا کہ آپ کی آنکھوں میں سُرخی ہے

بیسرو نے یہ جواب دیا کہ آپکی آنکھوں میں ہمیشہ سُرخی رہتی ہے کبھی جُدا نہیں ہوتی اس وقت نسطورا راہب نے یہ کہا کہ یہ آخری پیغمبر ہیں۔ کاش میں اُن کی بعثت کا زمانہ پاؤں۔

شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تاریخ مصر میں لکھا ہے کہ جب حضرت حاطبؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ سلطان مقوقس شاہ مصر کے نام لیکر گئے تو شاہ مصر نے نبی آخر الزماں کی علامات بیان کرتے ہوئے یہ کہا۔ کہ سُرخی اُن کی آنکھوں سے جدا نہیں ہوتی۔ حضرت حاطبؓ نے فرمایا کہ بیشک آپکی چشمان مبارک سے سُرخی کبھی جُدا نہیں ہوتی۔ چنانچہ آپکے شمایل میں اشکل العینین کا لفظ آیا ہے۔ اَشْکَلْ ایسی آنکھ والے کو کہتے ہیں کہ جس کی سفیدی میں سُرخ ڈورے ہوں۔ اور بعض روایات میں اَدْعَجْ کا لفظ آیا ہے جسکے معنے یہ ہیں کہ جسکی آنکھ میں سیاہی ہو۔

سو دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں حُسن وجمال کیلئے سرخی اور سیاہی دونوں درکار ہیں۔ محض سرخی اور محض سیاہی سے اتنا حُسن پیدا نہیں ہوتا جتنا کہ سرخی اور سیاہی سے ملکر پیدا ہوتا ہے۔ وللّٰہِ درُّ القائل ؎

کیا بیاں ہو خوبیٔ چشم سیاہ — آیتِ مَا زَاغَ ہے جس کی گواہ
تھی سفیدی اور سیاہی درمیاں — سُرخ ڈورے اُس میں رشکِ گلستاں
تھا سفیدی اور سیاہی کا یہ حال — تھیں بہم دونوں بحدِّ اعتدال
اَشْکَلُ الْعَیْنَیْن بھی وارد ہوا — وصفِ چشمِ حضرتِ خیر الوریٰ
الغرض القصہ جو وصفِ کمال — چشمِ خوبانِ جہاں کا ہے جمال
وہ سبھی اوصاف بے حد و بیاں — عینِ محبوبِ خدا میں تھے عیاں
اور ان سب سے زیادہ وصفِ خاص — چشمِ حضرت سے رکھے تھا اختصاص
یعنی وہ چشمِ مبارک دل پذیر — نور و تاریکی میں تھی یکساں بصیر
دیکھتے ہیں لوگ جو وقتِ سحر — تیرہ شب میں آپ کو آتا نظر
دوسرا ایک اور یہ اعجاز تھا — چشمِ پاکِ صاحبِ اعجاز کا
پیشِ منظر آپ جیسا دیکھتے — پیٹھ کے پیچھے بھی ویسا دیکھتے

بشارت ششم

از زبور سیدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۴۵

میرے دل میں اچھا مضمون جوش مارتا ہے۔ میں اُن چیزوں کو جو میں نے بادشاہ کے حق میں بنائی ہیں بیان کرتا ہوں۔ میری زبان ماہر لکھنے والے کا قلم ہے (۲) تو حُسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے۔ تیرے ہونٹوں میں لطف بٹایا گیا ہے۔ اسی لئے خدا نے تجھکو ابد تک مبارک کیا (۳) اے پہلوان اپنی تلوار کو جو تیری حشمت اور بزرگواری ہے حمایل کر کے اپنی ران پر لٹکا (۴) اور اپنی بزرگواری سے سوار ہو اور سچائی اور ملائمت اور صداقت کیواسطے اقبالمندی کیلئے آگے بڑھ۔ اور تیرا دہنا ہاتھ تجھکو مہیب کام سکھلائیگا (۵) تیرے تیر تیز ہیں۔ لوگ تیرے نیچے گرے پڑتے ہیں۔ وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دل میں لگ جاتے ہیں (۶) تیرا تخت اے خدا ابدالآباد ہے۔ تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے (۷) تو صداقت کا دوست اور شرارت کا دشمن ہے۔ اس سبب سے تیرے خدا نے تجھکو خوشی کے تیل سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ مسیح کیا (۸) تیرے سارے لباس سے مُر اور عود اور رنج کی خوشبو آتی ہے کہ جن سے ہاتھی دانت کے محلوں کے درمیان اُنہوں نے تجھکو خوش کیا ہے۔ (۹) بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت والیوں میں ہیں۔ ملکہ اوفیر کے سونے سے آراستہ ہو کے تیرے داہنے ہاتھ کھڑی ہے"

(اور بارہویں آیت میں ہے)

"اور صور کی بیٹی ہدیے لاویگی۔ قوم کے دولتمند تیری خوشامد کریں گے"

(اور سولہویں آیت میں ہے)

"(۱۶) تیرے بیٹے باپ دادوں کے قائم مقام ہونگے۔ تو انہیں تمام زمین کا سردار مقرر کریگا۔ (۱۷) میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا۔ اور سارے لوگ ابدالآباد تک تیری ستائیش کریں گے اھ"

اس زبور میں حضرت سیدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک عظیم الشان والشوکت مَوعُ

کی بشارت دے رہے ہیں۔ اور فرطِ محبت میں اُس کو مخاطب بناکر اوصاف بیان فرمارہے ہیں اوصاف حسب ذیل ہیں۔

(۱) بادشاہ یعنی سب سے اعلٰے اور افضل ہونا (۲) حسین ہونا (۳) ہونٹوں میں لطف کا ہونا یعنی شیریں زبان اور فصیح اللسان ہونا (۴) مبارک الی الدہر ہونا (۵) پہلوان یعنی قوی ہونا (۶) شمشیر بند ہونا (۷) صاحب حق و صداقت ہونا (۸) اقبال مند ہونا (۹) اُس کے داہنے ہاتھ سے کسی عجیب و غریب کرشمہ کا ظاہر ہونا (۱۰) تیر انداز ہونا (۱۱) لوگوں کا اس کے نیچے گرے پڑنا یعنی خلق اللہ کا اُس کے تابع ہونا (۱۲) تخت کا ابدُ الآباد تک رہنا یعنی شریعت اور حکومتِ اسلام کا تا قیام قیامت باقی رہنا (۱۳) عصائے سلطنت کا عصائے راستی ہونا (۱۴) صداقت کا دوست اور شرارت کا دشمن ہونا (۱۵) اُسکے کپڑوں سے خوشبو کا آنا (۱۶) اُس کے گھرانہ میں بادشاہوں کی بیٹیوں کا آنا (۱۷) ہدایا اور تحائف کا آنا (۱۸) اولاد کا بجائے باپ کے سردار اور حاکم ہونا (۱۹) تمام پشتوں میں قرناً بعد قرن اور نسلاً بعد نسلٍ اس کا ذکر باقی رہنا (۲۰) ابدالآباد تک لوگوں کا اُس کی ستائش کرنا،،

اہل اسلام کے نزدیک اس بشارت کا مصداق نبی اکرم رسول اعظم سید الاولین والآخرین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نصاریٰ حضرت عیسٰے علیہ الصلوۃ والسلام کو اس بشارت کا مصداق سمجھتے ہیں مگر یہ صحیح نہیں اسلئے کہ جو اوصاف اس بشارت میں مذکور ہیں وہ صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر صادق آتے ہیں۔

(۱) بادشاہت کا ثبوت آنحضرتؐ کیلئے شمس فی نصف النہار سے زائد اجلی اور روشن ہے حق تعالیٰ شانہ نے آپکو دین و دنیا دونوں کی بادشاہی عطا فرمائی۔ احکام خداوندی کو بادشاہوں کی طرح جاری فرمایا۔ جس طرح نصاریٰ کے زعم میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام یہود لعنہم اللہ تعالیٰ سے مقہور و مجبور تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجبور نہ تھے۔ آپ نے تو اُن کے حصون و قلاع سے اُن کو نکال دیا۔

الحاصل نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم دین و دنیا کے بادشاہ تھے۔ تمام انبیاء و رسل سے

افضل اور برتر تھے۔ نہ کسی رسول کو قرآن کریم جیسی معجز کتاب عطا کی گئی اور نہ کسی کو آپ جیسی کامل و مکمل شریعت عطا کی گئی کہ فلاح دارین اور نجات اور بہبودی کی پوری پوری کفیل ہو۔ جس نے عقاید و اعمال کی سنگین غلطیوں پر متنبہ کیا ہو۔ خدا تک پہنچنے کیلئے راستہ ایسا صاف کر دیا ہو کہ چلنے والوں کیلئے کوئی روڑا اٹکا نہ رکھا ہو۔ تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل سیاست ملکیہ و مدنیہ کے لحاظ سے بھی بہایت کامل و مکمل ہو۔ غرض یہ کہ اس میں جامعیت کبریٰ کا وصف نمایاں ہو۔ ان تمام محاسن اور خوبیوں کا جامع صرف دین اسلام ہے کہ جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پاس سے لائے

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ — بیشک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے

یہی وہ کامل و مکمل دین ہے کہ اُس کے طلوع ہوتے ہی سب ادیان و مذاہب کے چراغ گُل ہو گئے ؎

رات محفل میں ہر اک مہ پارہ گرم لاف تھا — صبح کو خورشید جو نکلا تو مطلع صاف تھا

پس جس نبی کی کتاب بھی تمام کتب الٰہیہ اور صحف سماویہ سے افضل ہو اور اس کی شریعت تمام شرائع اور ادیان سے بدرجہا برتر اور کامل و اکمل ہو اُسکے معجزات بھی تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات سے بڑھے ہوئے ہوں اُس کی اُمت بھی تمام امتوں سے علم و عمل اعتقادات و اخلاق مکارم و شمایل۔ تہذیب و تمدن سیاست ملکیہ اور مدنیہ کے لحاظ سے فائق اور برتر ہو۔ اُس نبی کے سید الاولین والآخرین اور بادشاہ دوجہاں ہونے میں کیا کلام اور شبہ ہو سکتا ہے۔

(۲) حُسن و جمال میں آپکا یہ حال تھا کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زاید کسی کو حسین اور خوبصورت نہیں دیکھا۔ گویا کہ آفتاب آپکے چہرہ مبارک میں گھومتا ہے اور جب تبسم فرماتے تو دندانِ مبارک کی چمک دیواروں پر پڑتی تھی

حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ؎

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ — وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ
میری آنکھ نے آپسے زاید حسین نہیں دیکھا — اور آپسے زاید جمیل اور خوبصورت عورتوں نے نہیں جنا
خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ — كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ
آپ ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے ہیں — گویا کہ آپ حسب منشا پیدا کئے گئے

وللہ درّ القائل جزاہ اللہ خیراً۔ آمین ؎

روایت کی امامِ باصفا نے   حسن سبطِ رسولِ مجتبیٰ نے
کہ ہند بن ابی ہالہ مرا خال   رسول اللہ کا تھا واصفِ حال
کیا میں نے سوال اُس باخبر سے   خبر دے حلیۂ خیر البشر سے
کہ ہوں مشتاق ان باتوں کا بیحد   بیاں کر کچھ تو حالِ جدِ امجد
غرض میری ہے یہ سنکر وہ احوال   کروں جو ہو سکے اسنادِ اعمال
کہا بس ہند نے یوں مجھسے اُسدم   رسول اللہ تھے فخمٌ مفخّمٌ
نگاہوں میں وہ یعنی خوش سیر تھے   دلوں میں بھی بزرگ و نامور تھے

تجلی روئے انور کی نہ پوچھو
قمر ہو جسطرح سے چودہویں کو

میانہ کب قدِ خیر الوری تھا   میانہ پن سے بھی وہ قد جدُا تھا
اگر کوتاہ کہیئے تھا نہ کوتاہ   غرض گم کیفیت نے کی یہاں راہ
قدِ بالا کا تھا اُن کے یہ عالم   میانہ سے دراز اطولَ سے کچھ کم
بزرگی تھی سرِ عالی میں پیدا   نہایت حُسن و موزونی ہویدا
خم پیچی عیاں بالوں میں کم تھی   کچھ اک ژولیدگی لیکن بہم تھی
بکھرتے تھے جو فرقِ پاک پر بال   دو فرقہ اُن کو کر دیتے تھی فی الحال
اگر از خود نہ بال اُن کے بکھرتے   تکلف سے نہ ہرگز فرق کرتے
بحالِ وَفرہ سر کے بال اُن کے   گزرتے نرمہائے گوش سے تھے
درخشانی کا عالم رنگ میں تھا   کشادہ تھی جبینِ عالم آراء
مقوس دونوں ابروئے مقوس   مقدّس دونوں ابروئے مقدّس
باندازِ مناسب طاقِ ابرُو   نہ تھی پیوستگی آپس میں اُن کو
عجب خمدار و باریک و مطوّل   بخوبی طاق تھا ثانی و اوّل
میانِ ابرواں اک رگ ہویدا   بہت ہوتی غضب کے وقت پیدا

کہوں کیا حبذا بینی کا عالم ۔۔۔ کہ تھے نوروں کے شعلے جس سے توام
معنے بینی خیر البشر تھی ۔۔۔ باندازِ بلندی جلوہ گر تھی
جو کوئی بے تامل دیکھتا تھا ۔۔۔ بلندی کا گماں ہوتا تھا پیدا
ملایم آپ کے رخسار نیکو ۔۔۔ بھلا تشبیہ دوں میں کس سے اسکو
بزیبائی کشادہ وہ دہن تھا ۔۔۔ کشادہ وہ دہن تھا اور زیبا
کہوں دانتوں کا کیا وہ حسن سادہ ۔۔۔ سپید و صاف آپس میں کشادہ
دَقِیْقُ الْمَسْرُبَۃِ یعنی خطِ مُو ۔۔۔ کھنچا سینے سے تھا تا ناف گلبو
بوصفِ گردنِ شایانِ معراج ۔۔۔ کہا راوی نے شکلِ صورتِ عاج
مُصَفًّا یعنی وہ گردن تھی ایسی ۔۔۔ بشکل نقرہ با نور و ضیا تھی
کہوں کیا عضو عضو اُن کے بدن کا ۔۔۔ بوضعِ خود مناسب اور زیبا
بخوبی تھے تنا ور فخرِ عالم ۔۔۔ تمامی عضوِ تن مربوط باہم
شکم سینہ صفائی میں برابر ۔۔۔ مگر سینہ عریض و بہین و خوشتر
فراخی دونوں شانوں میں عیاں تھی ۔۔۔ سر ہر استخواں میں تھی بزرگی
بدن جو کچھ کھلا پوشاک سے تھا ۔۔۔ درخشندہ وہ نورِ پاک سے تھا
گلوئے پاک سے تا نافِ والا ۔۔۔ خطِ مُو تھا کھنچا باریک و زیبا
سوا اس کے شکم سینہ سراسر ۔۔۔ مُعری مُو سے تھا صافی برابر
کلائی دونوں شانے اور بازو ۔۔۔ مُزیّن تھے بزیب کثرۂ مُو
وہ اُن کے صدرِ عالی کی بلندی ۔۔۔ خطِ مُو سے رکھے تھی ارجمندی
طَوِیلُ الزَّندِ دونوں دست والا ۔۔۔ کشادہ تھی کفِ دستِ مُصَفَّا
بزرگی اس کفِ پا میں عیاں تھی ۔۔۔ نمایاں دونوں قدموں میں بزرگی
کشیدہ تھیں وہ انگشتانِ والا ۔۔۔ لقب ہے سائل الاطراف جن کا
کفِ پا میں سمائی تھی یہ خوبی ۔۔۔ کہ رہتی تھی زمیں پر سے وہ اونچی
ہوا وارد بوصفِ پائے اقدس ۔۔۔ کہ تھے پائے مبارک نرم واملس

جُدا رہتی زمیں سے یوں کفِ پا ‏ ‏ کہ پانی اُس کے نیچے سے گذرتا
زمیں پر جب خراماں آپ جاتے ‏ ‏ قدم کو اپنے برکندہ اُٹھاتے
اُنہیں ہوتا خیال مثل پیشیں ‏ ‏ بہ نرمی راہ جاتے سرورِ دیں
ہوا یہ حال بھی وارد بہ اخبار ‏ ‏ کہ جسدم آپ جاتے تند رفتار
تو اُسدم تھے عیاں یہ صاف معنی ‏ ‏ بلندی سے ہے گویا میلِ پستی
اُنہیں جب دیکھنا منظور ہوتا ‏ ‏ نظر کرتے تھے حضرت بے محابا
بہت رہتے تھے آنکھوں کو جھکائے ‏ ‏ نظر یعنی سوئے باطن لگائے
زمیں اکثر مشرف تھی نظر سے ‏ ‏ فلک کم بہرہ ور ہوتا بصر سے
تأمل سوچ تھا کیا ہی نظر میں ‏ ‏ سمایا تھا لحاظ اُن کی بصر میں
بیان کرتا ہے راوی بعد اس کے ‏ ‏ کہ جب ساتھ آپکے اصحابؓ ہوتے
تو یہ ارشاد فرماتے تھے حضرتؐ ‏ ‏ چلو تم مجھ سے آگے کرکے سبقت
عجب اخلاق تھے خیر الوری کے ‏ ‏ کہ ہوں مخدوم پیچھے خادم آگے
سنو یہ اور عادت مصطفےٰ کی ‏ ‏ کہ ہوتا جو کوئی اُن سے ملاقی
جناب پاک کرتے اُس کو خوش کام ‏ ‏ بتقدیم سلام دین اسلام

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ زنانِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے اگر وہ ہمارے حبیب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھتیں تو دلوں کے ٹکڑے کر ڈالتیں ؎

اے زلیخا اسکو نسبت اپنے یوسف سے نہ دے ‏ ‏ اسپہ سر کٹتے ہیں دائم اور اُس پر انگلیاں

(۴۳) اور آپ کا خوش بیان اور شیریں زبان اور فصیح اللسان ہونا سب کو تسلیم ہے آپ کے انفاس قدسیہ اور کلماتِ طیبات اس وقت تک باسانید صحیحہ و جیدہ محفوظ ہیں جن سے آپ کی فصاحت و بلاغت اور شیریں زبانی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

(۴۴) اور آپ مبارک الی الدہر بھی ہیں جیسا کہ بشارت دوم میں گزرا۔ مشرق و مغرب۔ شمال و جنوب میں کروڑہا مسلمان نماز میں اور نماز کے بعد اور مختلف اوقات میں

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ
اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝

اے اللہ برکت نازل فرما محمد پر اور محمدؐ کی آل پر جیسے
کہ تو نے ابراہیمؑ اور ان کی آل پر برکت نازل فرمائی بلاشبہ
آپ تو بڑی ستائش اور بڑی بزرگی والے ہیں

پڑھتے ہیں۔ اس سے زائد اور کیا مبارک الی الدہر ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے۔

(۵) قوت میں آپ کا یہ حال تھا کہ رکانہ پہلوان کو کہ جو قوت میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جنگل میں مل گیا اور یہ کہا کہ آپ مجھکو پچھاڑ دیں تو میں آپ کو نبی برحق جانوں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکو پچھاڑ دیا اُسنے دوبارہ لڑنے کیلئے کہا آپ نے اُسکو دوبارہ بھی پچھاڑ دیا۔ اسکو بہت تعجب ہوا۔ آپنے یہ ارشاد فرمایا اگر تو اللہ سے ڈرے اور میرا اتباع کرے تو اس سے زائد عجیب چیز دکھلاؤں۔ اُس نے پوچھا کہ اس سے زائد کیا عجیب ہے۔ آپنے ایک درخت کو بُلایا آپکے بلاتے ہی آپکے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ بعد ازاں یہ فرمایا کہ لوٹ جا سو وہ درخت یہ سُن کر اپنی جگہ لوٹ گیا۔

(۶) اور آپ کا شمشیر بند اور صاحب جہاد ہونا بھی مسلم ہے اور حضرت عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ شمشیر بند تھے اور نہ صاحب جہاد۔ اور بقولِ نصاریٰ اُن میں اتنی قوت بھی نہ تھی کہ وہ اپنے کو یہود سے بچا سکے۔

(۷) اور آپ صاحب حق و صداقت بھی تھے کَمَا قَالَ تَعَالٰی شَانُهٗ

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى
وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ
كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝

خدا ہی نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین
حق دیکر بھیجا ہے تاکہ اُسکو تمام دینوں پر
غالب کرے اگرچہ مشرکین کو ناگوار گذرے

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ
الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (صافات)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شاعر و مجنون نہیں
بلکہ حق کو لیکر آئے ہیں اور پیغمبروں کی تصدیق کی ہے

وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ (سورۂ زمر)

اور جو سچی بات لیکر آیا۔ اور جس نے اسکی
تصدیق کی یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔

ایک مرتبہ نضر بن الحارث نے قریش کو مخاطب بناکر یہ کہا۔

قد کان محمد فیکم غلاما حدثا	محمد صلے اللہ علیہ وسلم تم میں نوجوان تھے سب سے
ارضاکم فیکم واصدقکم حدیثا	زائد پسندیدہ سب سے زائد سچے سب سے
واعظمکم امانۃ حتی اذا رأیتم	زائد امین لیکن جب تم نے اُن کے جانبین
فی صدغیہ الشیب وجاءکم ما	راس میں بڑھاپا دیکھا۔ اور وہ تمہارے پاس
جاءکم قلتم انہ ساحر لا واللہ	یہ دین حق لیکر آئے تو تم اُن کو ساحر اور جادوگر
ما ھو بساحر	کہنے لگے۔ ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم وہ ساحر نہیں

اور ہرقل شاہ روم نے جب ابو سفیان سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے متعلق یہ دریافت کیا کہ کیا تمنے کبھی اُسکو متہم بالکذب کیا ہے تو اس پر ابو سفیان نے یہ جواب دیا کہ ہم نے اُن سے کبھی کوئی کذب نہیں دیکھا۔

(۸) اور اقبال مند ہونا بھی ظاہر ہے اسلئے کہ حق تعالیٰ شانہ نے جیسا آپ کو اقبال عطا فرمایا ویسا اقبال آجتک کسی کو نصیب نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔

(۹) اور دائیں ہاتھ سے مہیب کام اور عجیب و غریب کرشمہ ظاہر ہونے سے معجزۂ شق قمر کی طرف اشارہ ہے ؎

چو دستش برآہیخت شمشیر بیم	بہ معجز میان قمر زد دو نیم

اور علی ہذا جنگ بدر اور جنگ حنین میں ایک مٹھی خاک سے تمام مشرکین کو خیرہ کر دینا یہ بھی آپکے دائیں ہاتھ کا مہیب کام تھا۔

(۱۰) تیر انداز ہونا بنی اسمٰعیل کا مشہور شعار ہے چنانچہ حدیث میں ہے

ارموا بنی اسمعیل فان	اے بنی اسمعیل تیر اندازی کیا کرو
اباکم کان رامیا	اسلئے کہ تمہارا باپ تیر انداز تھا

(اور دوسری حدیث میں ہے)

من تعلم الرمی ثم ترکہ	جو تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دے
فلیس منا	وہ ہم میں سے نہیں۔

(۱۱) اور لوگوں کا آپکے نیچے گرنا۔ یعنی خلق اللہ کا آپکے تابع ہونا یہ بھی اظہر من الشمس ہے

چندہی روز میں ہزاراں ہزار اسلام کے حلقہ بگوش بن گئے۔ کما قال اللہ تعالیٰ شانہ

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۝ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝

جب اللہ کی نصرت اور فتح آچکی اور آپ نے لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق درجوق داخل ہوتے دیکھ لیا تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے اور استغفار پڑھیے۔ بیشک خدا بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے۔

(۱۲ و ۱۳) اور آپ کی شریعت ابدالآباد تک رہے گی چنانچہ قرآن کریم حسب وعدہ الٰہی

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

بیشک ہمنے قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں

تیرہ صدی سے بالکل محفوظ چلا آتا ہے۔ بحمد اللہ ابتک اُس کے ایک نقطہ اور ایک شوشہ میں بھی سر مو تفاوت نہیں آیا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ تاقیام قیامت اسی طرح رہے گا۔ اور یہود و نصاریٰ کو اپنی توراۃ و انجیل کا حال خوب معلوم ہے۔ لکھنے کی حاجت نہیں۔ اور آپ کی سلطنت کا عصا راستی اور صداقت کا عصا ہے ہمیشہ اُس سے احقاق حق اور ابطال باطل ہوتا رہتا ہے

(۱۴) اور آپ صداقت کے دوست اور شرارت کے دشمن تھے کما قال اللہ جل جلالہ

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝

بیشک تمہارے پاس تم ہی سے ایسے رسول آگئے ہیں کہ جن پر تمہاری تکلیف شاق ہے، تمہاری بھلائی کیلئے حریص ہیں۔ مؤمنین پر نہایت شفیق اور مہربان ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ

اے نبی کریم کفار و منافقین سے جنگ کیجے اور اُن پر سختی کیجے

اور آپ کی اُمت کے یہ اوصاف ہیں

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوْنَ

کافروں پر بہت سخت اور آپس میں بہت مہربان مومنوں پر نرم اور کافروں پر سخت۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت

لَوْمَةَ لَائِمٍ ؕ کرنیوالے کی ملامت کی بالکل پروا نکریگے

اور عجب نہیں کہ شرارت سے ابوجہل مراد ہو کہ جو سرتاپا شرارت تھا اور صداقت سے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد ہوں جو کہ سرتاپا صدق و صداقت تھے اور بیشک ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسکے اہل تھے کہ انکو خلیل و صدیق یعنی دوست بنایا جائے۔

(۱۵) اور آپکے کپڑوں سے خوشبو بھی آیا کرتی تھی حتیٰ کہ ایک عورت نے آپکا پسینہ مبارک اسلئے جمع کیا تاکہ دُلہن کے کپڑوں کو اس سے معطر کرے۔

(۱۶) اور قرن اول میں بہت سی شہزادیاں مسلمانوں کی خادم بنی ہیں چنانچہ شہربانو یزدجرد شاہ کسریٰ کی بیٹی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں تھی۔

(۱۷) نجاشی شاہِ حبشہ اور منذر بن ساوی شاہِ بحرین اور شاہِ عمان اور بہت سے امیر و کبیر آپ پر ایمان لائے۔ اور آپکے حلقہ بگوش بنے۔ اور آپکی خدمت میں سلاطین و امراء نے ہدایا بھیجکر فخر و سرفرازی حاصل کی چنانچہ مقوقس شاہ قبطی نے آپکی خدمت میں تین باندیاں اور ایک حبشی غلام اور ایک سفید خچر اور ایک سفید حمار اور ایک گھوڑا اور کچھ کپڑے بطور ہدیہ ارسال کئے۔

(۱۸) اور آپکے بعد قریش میں خلافت رہی۔ آپکی اولاد میں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں صدہا خلیفہ اور حکمران ہوئے۔ حجاز و یمن مصر و شام وغیرہ وغیرہ میں حکومت و سلطنت پر فائز رہے۔ اور قیامت کے قریب امام مہدی رح کا ظہور ہوگا جو امام حسن رض کی اولاد سے ہونگے اور تمام روئے زمین کے خلیفہ ہونگے۔

(۱۹ و ۲۰) اور آپکی ستائش و ذکر خیر بھی ابدالآباد تک رہیگا۔ ہر اذان میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ بلند آواز سے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ روزانہ پانچ مرتبہ کروڑہا مسلمان پکارتے ہیں۔ کوئی وعظ اور خطبہ ایسا نہیں کہ جس میں آپ کا نام پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ لیا جاتا ہو۔ محمدؐ اور احمدؐ کے معنے ستودہ کے ہیں۔ اس بشارت کے شروع میں لفظ مُحَمَّد کا لفظ صراحۃً مذکور تھا مگر حسد کی وجہ سے نکال دیا گیا مگر تاہم یہ اوصاف تو سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی پر صادق نہیں آتے نصاریٰ کے زعم و اعتقاد پر تو حضرت مسیح بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی طرح اس بشارت کا مصداق نہیں ہو سکتے اسلئے کہ انصاری صحیفہ یسعیاہ علیہ السلام کے ترجمہ میں ... باب ۴۲ حضرت

مسیح علیہ السلام کی بشارت قرار دیتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔

"ہمارے پیغام پر کون اعتقاد لایا۔ اور خداوند کا ہاتھ کس پر ظاہر ہوا۔ اُسکے ذلیل و ذلیل کی کچھ خوبی نہ تھی اور نہ کچھ رونق کہ ہم اُسپر نگاہ کریں۔ اور کوئی نمائش بھی نہیں کہ ہم اُسکے مشتاق ہوں وہ آدمیوں میں نہایت ذلیل و حقیر تھا۔" الخ

اور پھر آیت پنجم میں ہے۔

"وہ ہمارے گناہوں کے سبب گھایل کیا گیا۔ اور ہماری بدکاریوں کے باعث کچلا گیا۔" الخ

معاذ اللہ ثم معاذ اللہ جب نصاریٰ کے نزدیک حضرت عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے تھے تو وہ اوصاف زبور کا جو بالکل اسکی ضد میں کیسے مصداق ہو سکتے ہیں۔

ہمارے اعتقاد میں منجملہ دیگر تحریفات کے صحیفۂ یسعیاہ علیہ السلام کا تریپنواں باب ۵۳ قطعاً و یقیناً الحاقی اور اختراعی ہے۔ حضرت عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حاشا ثم حاشا ہرگز ایسے نہ تھے۔ وہ تو دنیا اور آخرت میں وجیہ (آبرو اور عزت والے) اور خدا کے مقربین میں سے تھے۔ لیکن باایں ہمہ اس بشارت کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں اسلئے کہ نہ آپ شمشیر بند اور تیرانداز تھے اور نہ مجاہد۔ اور نہ آپکی شریعت دائمی ہے۔ اور نہ آپکی بعثت عام۔ اور نہ آپکے گھرانہ میں کوئی شہزادی آئی کہ جو آپکی بیوی یا لونڈی ہوتی اسلئے کہ آپنے کوئی نکاح ہی نہیں فرمایا۔ نیز آپکے کوئی باپ دادا نہ تھا آپ تو بغیر باپ کے پیدا ہوئے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

بشارت ہفتم

از زبور سیدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۱۴۹

(۱) خداوند کی ستایش کرو۔ خداوند کا ایک نیا گیت گاؤ۔ اور اسکی مدح پاک لوگوں کی جماعت میں (۲) اسرائیل اپنے بنانے والے سے شادمان ہوئے۔ بنی صیہون اپنے بادشاہ کے سبب خوشی کریں (۳) وہ اُسکے نام کی ستایش کرتے ہوئے ناچیں۔ وہ طبلہ اور بربط بجاتے ہوئے اُسکی ثنا خوانی کریں (۴) کیونکہ خداوند اپنے لوگوں سے خوش ہوتا ہے۔ وہ حلیموں کو نجات کی زینت بخشتا ہے (۵) پاک لوگ بزرگواری پر فخر کریں۔ اور اپنے بستروں پر پڑے ہوئے بلند آواز سے گایا کریں (۶) خدا کی ستایش اُن کی زبانوں پر ہووے اور ایک دو دھاری تلوار اُن کے ہاتھوں میں ہو (۷) تاکہ

غیر امتوں سے انتقام لیویں۔ اور لوگوں کو سزا دیویں (۸) اُن کے بادشاہوں کو زنجیروں سے اور اُنکے امیروں کو لوہے کی بیڑیوں سے جکڑیں (۹) تاکہ اُن پر وہ فتوےٰ جو لکھا ہوا ہے جاری کریں کہ اُسکے باپ لوگوں کی یہی شوکت ہے کہ خداوند کی ستایش کرو۔ اھ"

اس بشارت میں نبی مبشر کو بادشاہ کے لفظ سے اور اُسکے مطیعین کو صالحین اور پاک لوگوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بعد ازاں مطیعین کے کچھ اوصاف ذکر کئے گئے ہیں جو مِنْ اَوَّلِهَا اِلٰی اٰخِرِهَا امت محمدیہ پر پورے منطبق ہیں یہی وہ اُمت ہے کہ جو اپنے بستروں پر بھی اللہ کو یاد کرتی ہے کَمَا قَالَ تَعَالٰی

يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا — وہ اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر
وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ — لیٹے ہوئے یاد کرتے ہیں۔

اور یہی وہ اُمت ہے کہ نمازمیں اور جہاد میں اور ہر اذان میں اور عید الفطر اور عید الضحیٰ اور ایام تشریق اور ایام حج اور منیٰ اور مزدلفہ اور عرفات میں اللہ کو بلند آواز سے پکارتی ہے بخلاف یہود و نصاریٰ کے کہ یہود بوق اور نصاریٰ ناقوس بجاتے ہیں۔ بلند آوازی سے اللہ اکبر کہنا اور اللہ کو یاد کرنا صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم کی اُمت کا شعار ہے۔

اور مہاجرین و انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی کی دو دھارا تلواروں نے روم و شام و دیگر ممالک کو فتح کیا اور بڑے بڑے بادشاہوں اور امیروں کو قید کیا ہے۔ اور اہل کتاب کے نزدیک اس بشارت کا مصداق نہ سلیمان علیہ السلام ہو سکتے ہیں کیونکہ اہل کتاب کا زعم باطل و اعتقاد فاحش یہ ہے کہ معاذ اللہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اخیر عمر میں مرتد اور بت پرست ہو گئے تھے۔

اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اُنکے اعتقاد کے مطابق اس بشارت کا مصداق ہو سکتے ہیں اسلئے کہ اُنکے نزدیک تو حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ہی مقتول و مصلوب ہوئے۔ اور علی ہذا آپکے اکثر حواریین گرفتار کئے گئے۔ وہ دوسرے بادشاہوں اور امیروں کو کہاں قید کرتے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

رہا کافروں سے قتال و جہاد کرنا اور انکو گرفتار کرنا سو یہ عین عبادت ہے نہ کہ قابل اعتراض جیسا کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع بن نون علیہ السلام کا جہاد کرنا۔ اور علیٰ ہذا سلیمان علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کا جہاد فرمانا تمام یہود و نصاریٰ کے نزدیک مسلّم ہے

بشارت ہشتم

از صحیفہ ملاکی علیہ الصلوٰۃ والسلام باب سوم آیت اوّل

دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا - اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کریگا اور وہ خداوند جس کی تلاش میں تم ہو - ہاں ختنہ کا رسول جس سے تم خوش ہو وہ اپنی ہیکل میں ناگہاں آویگا - دیکھو وہ یقیناً آویگا - رب الافواج فرماتا ہے - پر اس کے آنے کے دن کون ٹھیر سکے گا - اور جب وہ نمود ہو گا کون ہے جو کھڑا رہے گا - آہ

اس بشارت میں ایسے رسول کی آمد و ظہور کا ذکر ہے کہ صاحب ختان ہو گا - اور اسی وجہ سے آپکی بعثت سے قبل یہود و نصاریٰ کو رسول الختان کا انتظار تھا - مگر آجکل نسخوں میں بجائے ختنہ کے رسول کے عہد کا رسول مذکور ہے -

لیکن اس صورت میں بھی عہد سے ختنہ ہی کا عہد مراد ہے جیسا کہ سفر پیدائش کے باب ہفدہم کی آیت دہم سے معلوم ہوتا ہے -

اور میرا عہد جو میرے اور تمہارے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے جسے تم یاد رکھو سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے - اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کرو - اور یہ اُس عہد کا نشان ہو گا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے اہ

بشارت نہم

از صحیفہ حبقوق علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۳ آیت ۳

خدا تیمان سے - اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا - اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا - اور زمین اُس کی حمد سے معمور ہوئی -

یہ بشارت سرورِ عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نہایت ہی ظاہر ہے سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کون پیغمبر فاران سے مبعوث ہوا - اور زمین اُسکی حمد سے معمور ہوئی ہو چنانچہ ہر دوست اور دشمن کی زبان پر آپ کا نام محمدؐ اور احمدؐ ہے - اور ایک قدیم عربی نسخہ میں یہ لفظ ہیں

و امتلأت الارض من تحمید احمد	یعنی تمام زمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد سے بھر گئی -

مگر حاسدین نے اس جملہ کا رہنا گوارا نہ کیا - اور بعد کی اشاعت میں اس جملہ کو صحیفۂ مذکورہ سے علیحدہ کر دیا -

بشارت دہم

از صحیفۂ یسعیاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۲۱ آیت ۶

خداوند نے مجھے یوں فرمایا جا نگہبان بٹھلا جو کچھ دیکھے سو بتلائے - اُس نے سوار دیکھے گھڑ چڑھوں کے جو دو دو آتے تھے - اور گدھوں پر بھی سوار اور

اس بشارت میں حضرت شعیاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو نبیوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے -

اوّل حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام - گدہے کی سواری سے ان ہی کی طرف اشارہ ہے، چنانچہ جناب مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام گدہے پر سوار ہو کر یروشلم (بیت المقدس) میں داخل ہوتے تھے -

دوم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم - اونٹ کی سواری سے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف اشارہ ہے جو عرب کی خاص اور مشہور سواری ہے -

چنانچہ آپ جب مدینۂ طیبہ تشریف لے گئے تو اُس وقت اونٹ پر سوار تھے -

بشارت یازدہم

از صحیفۂ یسعیاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۲۱ آیت ۱۶ و ۱۷

۱۶ خداوند نے مجھ کو یوں فرمایا۔ ہنوز ایک برس ہاں مزدور کی سی ایک ٹھیک برس میں
قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی۔ ۱۷۔ اور تیر اندازوں کے جو باقی رہے
قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے۔ کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا آھ

چنانچہ ٹھیک ہجرت کے ایک سال بعد جنگ بدر میں بنی قیدار یعنی قریش کی ساری حشمت جاتی رہی۔ ستر سردار مارے گئے۔ اور ستر قید ہوئے۔ اور بہت سے زخمی ہوئے۔

بشارت دوازدہم

از صحیفۂ یسعیاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۲۴ آیت ۲۳

اور چاند مضطرب ہوگا۔ اور سورج شرمندہ کہ جس وقت رب الافواج کوہ صیہون پر اور یروشلم میں اپنے بزرگوں کے گروہ کے آگے حشمت کے ساتھ سلطنت کرے گا،، آھ

چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہایت حشمت کے ساتھ سلطنت فرمائی اور چاند مضطرب ہوا۔ یعنی اپنی اصلی حالت سے متغیر ہوا۔ اور اُس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ کما قال تعالیٰ شانہ

اقتربت الساعۃ وانشق القمر — قیامت قریب آگئی اور چاند دو ٹکڑے ہوگیا

اور سورج بھی شرمندہ ہوا۔ چنانچہ غزوۂ خیبر میں اس کو حرکت معکوس کرنا پڑی۔

بشارت سیزدہم

از صحیفہ یسعیاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۲۸ آیت ۱۳

سو خداوند کا کلام اُن سے یہ ہوگا حکم پر حکم۔ حکم پر حکم۔ قانون پر قانون۔ قانون پر قانون۔ تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں۔

چنانچہ قرآن عزیز اسی طرح نجماً نجماً نازل ہوا۔ رہی انجیل سو وہ علماء مسیحین کے نزدیک مُنزل مِن اللہ ہی نہیں بلکہ وہ حواریین کی تصنیف ہے۔ اور صحیفہ مذکور کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب موصوف کا منزل من اللہ ہونا ضروری ہے۔

اور ہمارے نزدیک جو انجیل حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی گئی وہ تمام کتاب ایک ہی مرتبہ نازل ہوئی۔ قرآن کریم کی طرح نجماً نجماً نازل نہیں ہوئی۔ قال تعالیٰ شانہٗ

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا

قرآن کو ہم نے متفرق کر کے نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے قرآن کو تھوڑا تھوڑا نازل کیا

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا

کافر کہتے ہیں کہ قرآن ایک ہی بار کیوں نہ نازل کیا گیا۔ کہدو کہ ہم نے اسی طرح نازل کیا تاکہ آپ کے دل کو مضبوط رکھیں اسلئے ہم نے ٹھہر ٹھہر پڑھ سنایا۔

بشارت چہاردہم

از صحیفہ یسعیاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۴۲ آیت اول

دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالتا میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے۔ میں نے

اپنی روح اس پر رکھی وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائیگا۔

یہ بشارت بھی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے صریح ہے اسلئے کہ میرا بندہ یہ ترجمہ عبداللہ کا ہے۔ اور عبداللہ بھی آپ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جیساکہ قرآن عزیز میں ہے

لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ — جب عبد اللہ کھڑا ہوا۔

اور قرآن عزیز میں بکثرت عبداللہ کے لقب سے آپ کا ذکر کیا گیا ہے۔ کما قال تعالیٰ

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ — پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو لے گیا

وقال تعالیٰ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا — اس چیز سے جو ہم نے اپنے بندے پر اُتاری

اور حضرت عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نصاریٰ کے اعتقاد میں خدا کے بندے نہیں بلکہ خدا اور معبود ہیں۔ لہٰذا وہ اس کے مصداق نہیں ہو سکتے۔ اور برگزیدہ بعینہ ترجمہ مصطفےٰ کا ہے کہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مشہور و معروف نام ہے۔ اور جس سے میرا جی راضی ہے۔ یہ ترجمہ مرتضیٰ کا ہے کہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک نام پاک ہے۔

اور بزعم نصاریٰ اس جملہ کا مصداق یعنی جس سے میرا جی راضی ہے۔ حضرت عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں ہو سکتے۔ اسلئے کہ وہ اُن کے زعم میں مصلوب و مقتول ہوئے۔ اور جو مقتول و مصلوب ہو جائے وہ نصاریٰ کے نزدیک ملعون ہے جیساکہ گلیتوں کے تیسرے خط کے تیرھویں درس سے معلوم ہوتا ہے۔

مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔ اھ

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نصاریٰ کے اس زعم باطل کی بنا پر معاذ اللہ خدا ان سے راضی نہیں

الحاصل محمد مصطفےٰ احمد مرتضیٰ صلے اللہ علیہ وسلم بے شبہ خدا کے برگزیدہ بندہ اور رسول ہیں جن سے خدا راضی ہے۔

اور کتب سیر میں آپکے اسماء مبارکہ میں آپ کا ایک نام نامی مرتضیٰ اور رضی بھی لکھا ہے۔

اور اسی وجہ سے رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو آپکے صحابہ کرام کا خاص شعار ہے کما قال تعالیٰ شانہ

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ	البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہوا
اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ	جبکہ وہ اس درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ	محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو
اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ	آپکے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس
بَیْنَہُمْ تَرٰىہُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا	میں مہربان ہیں آپ اُن کو رکوع و سجود کرتے
یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا	اللہ کا فضل اور اللہ کی رضا طلب کرتے
سِیْمَاہُمْ فِیْ وُجُوْہِہِمْ مِّنْ	دیکھیں گے۔ صلاح اور تقویٰ کی نشانی اُن
اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِکَ	کے چہروں پر سجدے کے اثر سے نمایاں ہے۔ یہ
مَثَلُہُمْ فِی التَّوْرٰىۃِ	اُن کی شان کہ جو توراۃ میں مذکور ہے۔

اور روح سے مراد وحی الٰہی ہے کہ جس پر ارواح و قلوب کی حیات کا دارومدار ہے کما قال تعالیٰ شانہ

وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ	اسی طرح ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی
رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا	اپنے حکم سے۔

سو الحمد للہ کہ حق تعالیٰ شانہ نے آپ پر مُردہ قلوب کی حیات اور زندگی کے لئے ایک روح یعنی قرآن عظیم کو اُتارا جس نے نازل ہو کر مردہ قلوب کو حیات اور بے شمار مریض دلوں کو شفا بخشی۔ کما قال تعالیٰ شانہ

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ہُوَ	اور اُتارتے ہیں ہم ایسا قرآن کہ جو مومنین
شِفَآءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ	کیلئے سراسر شفاء اور رحمت ہے۔

اور مبعوث ہو کر آپ نے باذن الٰہی عدالت کو بھی جاری فرمایا۔ کما قال اللہ جل جلالہ وعم نوالہ

فَلِذٰلِکَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ	پس اسی طرف بلائیے اور اسی پر قائم رہیئے
کَمَآ اُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ اَہْوَآءَہُمْ	جیسا آپکو حکم کیا گیا ہے۔ اور ان کی خواہشوں
وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ	کی پیروی نہ فرمائیے۔ اور یہ کہیے کہ میں

مِن کِتَابٍ وَّاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ ‌‌‌‌ ایمان لایا اللہ کی اتاری ہوئی کتاب پر
(سورۂ شوریٰ) ‌‌ اور حکم کیا گیا ہوں کہ تمہارے درمیان عدل و انصاف کروں

اور چونکہ عدالت کا جاری کرنا شوکت کو مقتضی ہے اسلئے یہ وصف بھی علی زعم النصاریٰ حضرت عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صادق نہیں۔ اسلئے کہ نصاریٰ کے نزدیک تو حضرت عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تو اتنی قوت بھی نہ تھی کہ جو اپنے کو قتل و صلب سے بچا سکتے شوکت تو درکنار۔

پھر باب مذکور کی دوسری آیت میں ہے

کہ وہ نہ چلائیگا اور اپنی صدا بلند نہ کریگا اور اپنی آواز بازاروں میں نہ سنائیگا۔

یہ جملہ بھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر پوری طرح صادق آتا ہے چنانچہ صحیح بخاری کے باب کراہیۃ الصخب فی الاسواق میں عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملکر یہ دریافت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وہ اوصاف جو توریت میں مذکور ہیں بیان فرمائیے۔ جواب میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضؓ نے بہت سے اوصاف ذکر فرمائے۔ منجملہ اُن کے یہ فرمایا۔

لیس بفظ ولا غلیظ ولا سخاب ‌‌ وہ نبی نہ بدخواہ اور نہ سنگ دل ہوگا
بالاسواق ‌‌ اور نہ بازاروں میں شور کرنے والا۔

اور باب مذکور کی تیسری آیت میں ہے

وہ عدالت کو جاری کرائے گا کہ دائم رہے

اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت غرّا کا الی یوم القیامۃ باقی رہنا مراد ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ابتک برابر محفوظ ہے اور انشاء اللہ ثم انشاء اللہ ہمیشہ رہے گی کوئی اُمت اس بارہ میں امت محمدیہ کی ہمسری نہیں کر سکتی کسی اُمت نے بھی اپنی نبی کی شریعت اور اس نبی کے اقوال و افعال کی حفاظت امت محمدیہ کے مقابلہ میں عشر عشیر بھی نہیں کی۔ اور شریعت کے دائم ہونے سے خاتم الانبیاء ہونے کی طرف اشارہ ہے اسلئے کہ شریعت کا دوام اور بقاء الی یوم القیامہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ اس نبی کے بعد اور

کوئی نبی نہ بنایا جائے۔ ورنہ اگر اس کے بعد کوئی اور نبی بنایا جائے تو شریعت سابقہ شریعت لاحقہ سے منسوخ ہو جانے کی وجہ سے دائمی نہ رہے گی۔

اور چوتھی آیت میں ہے

اس کا زوال نہ ہوگا اور نہ مسلا جائیگا جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے

چنانچہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال جب ہوا کہ

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ	آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو
وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ	میں نے کامل کر دیا اور میں نے تمپر اپنا انعام
رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا	تمام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارے

دین بننے کیلئے پسند کر لیا۔

کی بشارت نازل ہو گئی۔ اور

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا	بیشک ہمنے آپکو ایک کھلم کھلا فتح دی۔
اور اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ	جب خدا کی مدد اور فتح آپہنچی

کا وعدہ پورا ہو گیا اور عجب نہیں کہ راستی قائم کرنے سے خلافت صدیقیہ کی جانب اشارہ ہو جیسا کہ بعض علماء کی رائے ہے اسلئے کہ راستی ترجمہ صدق کا ہے اور صدق کا اطلاق صدیق پر ایسا ہی ہے جیسا کہ عدل کا اطلاق عادل پر۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفات میں صدیق اکبر کو امام بنا کر اس طرف اشارہ فرمایا کہ میرے بعد صدیق اکبر خلیفہ ہونے چاہئیں تاکہ صدق اور راستی قائم ہو۔

اور چھٹی آیت میں ہے

اور تیری حفاظت کروں گا

یہ جملہ بھی سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی اور پر صادق نہیں آتا اسلئے کہ اللہ نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا

وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ	اللہ آپکو لوگوں سے محفوظ رکھے گا

چنانچہ یہ وعدہ اللہ کا پورا ہوا

ہاں بزعم نصاریٰ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی حفاظت نہیں ہوئی۔ اور چھٹی آیت میں جو نور کا ذکر ہے اُس سے نورِ ہدایت اور نورِ شریعت مراد ہے جیسا کہ قرآن عزیز میں متعدد جگہ اس کا ذکر ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۝ (سورۂ نساء)

اے لوگو بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک برہان آچکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایک نور (قرآن کریم) نازل کیا

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (سورۂ اعراف)

پس جو لوگ آپ پر ایمان لائے اور آپکی مدد کی اور اسی نور کا اتباع کیا کہ جو آپکی ساتھ نازل کیا گیا۔ یہی لوگ فلاح والے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ (سورۂ احزاب)

اے نبی ہم نے تمہیں بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور خدا کی طرف خدا کے حکم سے بلانے والا اور ہدایت کا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (سورۂ صف)

کافر اپنی مونہوں کی پھونک سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو ضرور پورا فرمائیں گے۔ اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو۔

اور آیت ہشتم میں ہے

اور اپنی شوکت دوسرے کو نہ دوں گا

یہ جملہ بھی حرف بحرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہے

اعطیت ما لم یعط احد من الانبیاء قبلی

مجھ کو منجانب اللہ وہ چیزیں عطا کی گئیں کہ جو انبیاء سابقین میں سے کسی کو نہیں دی گئیں۔

مثلاً ختم نبوت و رسالت، عموم بعثت و دعوت۔ مقام محمود۔ شفاعت کبریٰ۔ معراج سبع سموات ان فضائل و مزایا سے سوائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی نبی کو سرفراز نہیں کیا گیا۔

اور اسی طرح حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو وہ آیات بینات محاسن اخلاق فضائل و شمائل علوم و معارف عطا فرمائے کہ جو کسی نبی اور رسول کو نہیں عطا فرمائے۔ خصوصاً قرآن حکیم کا معجزہ تو ایسا روشن معجزہ ہے کہ جس کے سامنے موافق و مخالف سب ہی کی گردنیں خم ہیں۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝ + یہ خدا کا فضل ہے۔ وہ فضل جسکو چاہتا ہے دیدیتا ہے اور اللہ بڑے

اور گیارھویں آیت میں ہے۔

بیابان اور اُس کی بستیاں قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کرینگے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں گے۔ اھ

قیدار حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ایک صاحبزادہ کا نام ہے۔ اور اس بیابان سے فاران کا بیابان مراد ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ آئے تھے جیسا کہ کتاب پیدائش کے اکیسویں باب کی اکیسویں آیت سے ظاہر ہے اور یہ وہی جگہ ہے کہ جہاں اس وقت مکہ معظمہ آباد ہے۔ اسی جگہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام مقیم رہے اور ان کے بعد انکی اولاد بھی یہیں مقیم رہی ہے۔ الحاصل اس جملہ میں آپ کے مولد یعنی جائے ولادت کی طرف اشارہ ہے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں پیدا ہونگے اور آپ کی اُمت اس بیابان میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کے نعروں سے اللہ کے جلال کو ظاہر کریگی۔

اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ نبی مبشر قیدار بن اسمٰعیل کی اولاد سے ہو گا لہٰذا اس بشارت کا مصداق انبیاء بنی اسرائیل میں سے کوئی نبی نہیں ہو سکتا اسلئے کہ وہ سب حضرت اسرائیل کی اولاد سے ہیں۔ نہ کہ قیدار بن اسمٰعیل کی اولاد سے۔ اور سلع مدینہ طیبہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقام ہجرت کی طرف اشارہ ہے وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ۔

(باقی آئندہ)

ملفوظات

ملقب بہ

الکلام الحسن

(از ارشادات و ملفوظات حضرت حکیم الامت مرشدی و مولائی جناب مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہم

(جمع کردہ حضرت مولانا مولوی مفتی محمد حسن صاحب مدت فیوضہم مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور)

خدا تعالیٰ کا ہزار احسان اور صد ہزار منت ہے کہ ملفوظات "الکلام الحسن" کا وہ حصہ جو مطبوعہ تھا بخیر و عافیت ختم ہو گیا! یہ وہ حصہ تھا کہ اس کا ایک ایک حرف حضرت اقدس حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہم کی نظر اصلاحی سے گذرا ہوا اور حضرت رح کا تصحیح فرمایا ہوا تھا اب اسی لقب کیساتھ ملفوظات کا وہ مجموعہ شروع کیا جا رہا ہے جو حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدظلہم کے پاس محفوظ ہے اور اب تک طبع نہیں ہوا۔

چونکہ اس مجموعہ پر حضرت اقدس قدس سرہ کی نظر اصلاحی نہیں ہوئی اسلئے حضرت مفتی صاحب نے فرمایا ہے کہ اس مجموعہ کو شروع کرنے سے قبل مندرجہ ذیل تنبیہ کا اضافہ کر دیا جاوے۔ (مدیر)

ضروری تنبیہ

چونکہ حضرت صاحب ملفوظات رحمۃ اللہ علیہ کی نظر اصلاحی کے شرف سے یہ مجموعہ ملفوظات بخلاف گذشتہ مجموعہ کے، محروم ہے اسلئے اگر اس میں کوئی بات خلاف تحقیق نظر آئے وہ اس بے علم و بے مایہ، نا اہل و ناکارہ کی یاد یا نقل یا ناواقفیت یا فہم وغیرہ کی کوتاہی سمجھی جائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہرگز منسوب نہ کی جائے کہ وہ ذات والاصفات ایسی باتوں سے کہیں بالا اور ارفع و اعلیٰ تھی۔ فقط۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) (ایک صاحب نے لکھا تھا کہ "حضور والا کی کتابوں کا مطالعہ کر کے اپنے اندر امراض کا مطالعہ کرتا ہوں جس مرض کو اختیاری پاتا ہوں اس کا ازالہ کرتا ہوں جسکو غیر اختیاری پاتا ہوں اس کی طرف مطلقاً التفات نہیں کرتا۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟)

(جواب حضرت والا) "ٹھیک ہے۔ مگر اس میں ایک اضافہ کی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ استعمالِ اختیار کے وقت بعض عوائق[۱] پیش آجاتے ہیں شیخ کو اُنکی اطلاع کر کے تدبیر پوچھنا چاہئے"۔ فرمایا یہ اس واسطے لکھدیا ہے کہ یوں نہ سمجھ جاوے کہ بس فن حاصل ہو گیا۔ اب مصلح[۲] کی ضرورت نہیں رہی۔

(۲) ایک صاحب نے لکھا تھا "جو آپ فرماویں" جواب میں ارقام فرمایا "مجھکو جو فرمانا تھا۔ فرما چکا" (اس سے قبل حضور پہلے خطوط میں فرما چکے تھے) اب آپکے فرمانیکا وقت ہو سو تم نے کچھ فرمایا نہیں اختیار ہے جب پوچھو گے بتلا دوں گا۔ اور یہ صیغہ پوچھنے کا نہیں۔

(۳) فرمایا بعض دفعہ کبر کے علاج سے عُجب پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً ممتاز آدمی جوتے سیدھے کرنے کا کام کرے تو اس سے تواضع اور پھر اُس سے عُجب پیدا ہو گا۔ اس جگہ مبصّر[۳] کی ضرورت ہے کہ کس طریق کو اختیار کرے۔ کبر کا زہر تو عقرب[۴] کا زہر ہے کہ پتہ چل جاتا ہے۔ عُجب کا زہر سانپ کا زہر ہے۔ کہ اندر ہی اندر تباہ کر دیتا ہے اور پتہ بھی نہیں چلتا۔

(۴) فرمایا ایصالِ ثواب تو قبور پر حاضر ہو یا نہ ہو دونوں طرح برابر ہے لیکن حاضری سے ارواح کو مسرت ہوتی ہے۔ جیسا کوئی ڈاک کے ذریعہ سے خط روانہ کرے۔ اور کوئی اپنے ہاتھ سے دے۔

(۵) فرمایا۔ رؤیا[۵] میں کبھی تو ارواح کی ملاقات ہو جاتی ہے اور کبھی عالمِ مثال میں اشباح ہیں۔ اُن کا انکشاف ہو جاتا ہے۔

(۶) تفویض[۶] تکوینی امور میں تو تسلیم و رضا و ترک عمل ہے اور تفویض امور اختیاریہ میں یہ ہے کہ عمل کر کے ثمرہ میں تسلیم کرے۔

(۷) فرمایا ارواح کبھی اس عالم میں آجاتی ہیں لیکن عوام کو اس کی اطلاع مضر ہے کیونکہ وہ لزوم[۷] کے قائل ہو جاتے ہیں۔ قاضی ثناء اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ کبھی وہ قتال میں بھی شریک ہو جاتی ہیں۔

[۱] رکاوٹیں ۱۲ [۲] یعنی شیخ کی ۱۲ [۳] یعنی شیخ کامل کی ۱۲ [۴] بچھو ۱۲ [۵] خواب ۱۲ [۶] اپنے کو خدا کے سپرد کر دینا کہ ہر بات پر اس سے راضی رہے ۱۲ [۷] یعنی وہ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ان کا اس عالم میں آنا لازمی ہے ۱۲

(۸) ولایت چونکہ نبوت سے مستفاد[1] ہے اس واسطے جو ولایت جس قدر نبوت کے مشابہ ہو گی وہ کامل ہو گی اور تمام انبیاء بیدار اور عاقل ہوئے ہیں۔ کوئی بھولا نہیں ہوا۔

(۹) فرمایا اس طریق[2] میں سب سے اول کبر کا ازالہ ضروری ہے پھر آگے رستہ صاف ہی چلے چلو۔

(۱۰) فرمایا وساوس کے دفع کا علاج تو یہ ہے کہ ان کی طرف تعرض و توجہ نہ کرے مگر یہ مشکل ہے تو اس واسطے یہ بتلا دیا جاتا ہے کہ کسی ایسے کام میں لگ جاوے جس میں قوت[3] فکریہ کے صرف کی ضرورت ہو۔ تو اس صورت میں توجہ وساوس کی طرف نہ رہے گی۔

(۱۱) فرمایا نسبت[4] مطلوبہ کی حقیقت کو بہت سے مشائخ غلط سمجھے ہوئے ہیں۔ صرف ملکۂ یادداشت کو نسبت سمجھتے ہیں اور یہ بالکل غلط ہے۔ نسبت کی حقیقت یہ ہے کہ عبد[5] کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا تعلق ہو کہ اس کے آثار میں سے کثرت ذکر اور دوام طاعت ہو۔ اور حق تعالیٰ کی طرف سے قرب اور رضا۔ مطلق ملکۂ یادداشت تو غیر مسلم کو بھی مشق سے حاصل ہو جاتا ہے۔

(۱۲) فرمایا عمل سے حق تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے جیسے روزمرہ کسی کے پاس آنے جانے سے اس سے محبت ہو جاتی ہے آیت میں اس کی طرف اشارہ ہے

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ	یعنی اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری
فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ	(یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی)

پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

محبت کو اتباع پر مرتب فرمایا اور اتباع عمل ہے تو عمل سے محبت آئیگی۔ بظاہر اشکال ہے کہ یوں چاہیے تھا۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي	اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری
تُحِبُّونَ اللّٰهَ	پیروی کرو تو خدا سے تم کو محبت ہو جائیگی

جواب یہ ہے کہ انسان کو حق تعالیٰ کی محبت نہیں کیونکہ محبت موقوف ہے معرفت[6] پر اور ہم کو معرفت کامل ہی نہیں

---

[1] یعنی نبوت کا پرتو ہے ۱۲ [2] یعنی طریق باطن میں ۱۲ [3] یعنی ایسا کام کرنے میں لگ جائے جس میں فکر کی اور سوچنے کی ضرورت پڑے ۱۲ [4] یعنی وہ تعلق جو خدا تعالیٰ کے ساتھ بندوں کو ہونا چاہیے ۱۲ [5] یعنی کثرت کے ساتھ

(۱۳) فرمایا کہ ذکر میں تشویش بہت مضر ہے۔

(۱۴) فرمایا مال کے مقابلہ میں کمال کو ترجیح ہے۔ کیونکہ کمال صفت[1] متصل ہے۔ اور مال ایک منفصل[2] شے ہے۔ اگر چور لے گئے تو پھر ختم۔

(۱۵) فرمایا انگریزی پڑھکر اگر کامیابی نہ ہوئی تو عمر بھر حسرت۔ اور عربی میں حسرت نہیں کیونکہ اس کے پڑھنے سے غرض دین ہے۔

(۱۶) فرمایا "بگیرد[3] غریق را" میں غریق کو وہ بچائے کہ خود اس کے ساتھ غریق نہ ہو۔ اور اسکی تحقیق کسی محقق سے کرا لے۔

(۱۷) فرمایا ذکر اور اعمال سے محبت کا حدوث[4] تو ہو جاتا ہے ظہور نہیں ہوتا۔ اور موقع پر ظہور بھی ہو جاتا ہے یہاں تک کہ جان دینی آسان ہو جاتی ہے۔

(۱۸) فرمایا حصول محبت کا اصل طریقہ اہل محبت کی مجلس ہے اور ذکر اس کا معین ہے اور ترک معاصی شرط ہے

(۱۹) فرمایا اہل محبت کی ذمہ داریاں اور قیود بڑھ جاتی ہیں۔ اسی طرح یہ ہے النفل[6] یلزم بالشروع کیونکہ نفل دلیل محبت ہے۔

---

[1] یعنی ہمیشہ ساتھ رہنے والی ۱۲ [2] یعنی ایسی چیز ہے جو انسان سے الگ ہے ۱۲ [3] حضرت شیخ سعدی رح نے گلستاں میں ایک حکایت تحریر فرمائی ہے سہ "صاحبدلے بمدرسہ آمد ز خانقاہ + بشکستہ عہد صحبت اہل طریق را + گفتم میان عالم و عابد چہ فرق بود + تا کردی اختیار ازاں ایں فریق را + گفت او گلیم خویش بدر می برد ز موج + ویں جہد می کند کہ بگیرد غریق را +" جس کا حاصل یہ ہے کہ "ایک شخص درویشوں کی صحبت کو چھوڑ کر خانقاہ سے مدرسہ میں علماء کی صحبت میں آگیا تو میں نے اس سے سوال کیا کہ تجھے علماء اور درویشوں میں کیا تفاوت پایا کہ ان کو چھوڑ کر ان کی صحبت اختیار کی؟ اس نے کہا کہ میں نے یہ فرق دیکھا کہ درویش تو صرف اپنی گدڑی کو طوفان کی موجوں سے بچا کر نکال لے جانے کی فکر کرتے ہیں۔ اور علماء اس کوشش میں رہتے ہیں کہ ڈوبتوں کو بھی بچا لیں" اس ملفوظ میں حضرت اقدس قدس سرہ نے اس حکایت کا آخری جملہ نقل فرمایا ہے اور مقصود یہ ہے کہ وہی عالم دوسرے کی راہبری کر سکتا ہے جو خود بھی راہ یافتہ اور عمل کرنیوالا ہو ورنہ نرے علم سے کچھ نہیں ہوتا ۱۲ [4] یعنی محبت پیدا تو ہو جاتی ہے مگر ظاہر نہیں ہوتی ۱۲ [5] یعنی خدا تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے جنکو حق تعالیٰ کی محبت حاصل ہے اور ذکر کرنے سے اس میں مدد ملتی ہے۔ اور گناہوں

کا ترک کرنا اس کے لئے شرط ہے یعنی ترک ... کام کرنے سے ...

(۲۰) فرمایا - حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان خطوط میں جو تعلیم کے متعلق ہیں بعض بعض جگہ اخلاق کے خاص خاص علاج ہیں - باقی اس طرح کی تفصیل نہیں - کیونکہ صحبت کی برکت سے خود بخود اصلاح ہو جاتی تھی (تو یہ تربیت السالک حضور والا کا اہل زمانہ کیلئے اجتہاد ہے جو بالکل رحمت حق تعالیٰ ہے)

(۲۱) فرمایا کبھی معصیت[1] مخلوط بالطاعت ہوتی ہے - اُس طاعت کو معصیت کا کفارہ بنا دیا جاتا ہے فرمایا اس کی دلیل ابوداؤد کی حدیث ہے جس میں ایک صاحب نے جھوٹی قسم کھائی تو حضور نے فرمایا کہ تو نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ایسے اخلاص سے کہا کہ حق تعالیٰ نے تجھکو معاف فرما دیا - قسم جھوٹی معصیت اور کلمۂ لَآ اِلٰه طاعت ہے - اس طاعت سے معافی فرمائی گئی -

قصہ پیر چنگی کا جو مثنوی میں ہے اس کو حدیث سے حل کیا - پیر چنگی کا گانا تو منع تھا اور اخلاص یہ عبادت تھی - اس اخلاص کی وجہ سے وہ گانا معاف کر دیا - اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا پیر چنگی کی دلجوئی کا -

اس جگہ حضرت سے مولانا خیر محمد صاحب نے سوال کیا کہ "پھر تو کل بدعات جائز ہو جاتی ہیں - فرمایا کہ یہ فتویٰ نہیں بیان ہو رہا ہے بلکہ حق تعالیٰ کا برتاؤ بیان ہو رہا ہے یہ اسرار ہیں لکھے نہ جائیں تاکہ اشرار تک نہ پہونچ جاویں -

(۲۲) فرمایا کہ اکبر حسین الہ آبادی کی ملاقات کا سبب یہ ہوا کہ اُسنے اپنے اُستاد مولوی محمد یعقوب صاحب سے یہ دریافت کیا کہ قرآن شریف میں ایک آیۃ یہ ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ[2] اور دوسری آیت یہ ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ[3] ان میں بظاہر تعارض ہے - مولوی صاحب نے یہ سوال میرے پاس ذکر کیا - تو میں نے کہا کہ بِلِسَانِ قَوْمِهٖ فرمایا ہے بِلِسَانِ اُمَّتِهٖ نہیں فرمایا قوم کے معنے برادری ہے اور آپ کی برادری قریش تھی - اُن کی زبان عربی تھی اور اُنکی زبان بھی عربی تھی "اُمۃ"[4] جب مولوی صاحب نے اُن سے یہ ذکر کیا تو اُس نے کہا کہ یہ جواب کس نے دیا - اُنہوں نے میرا ذکر کیا تو فوراً آیا اسکے بعد مجھسے محبت کرتا تھا اور نو تعلیم یافتہ لوگوں کے بہت خلاف تھا - پردہ کے بارہ میں جو لوگ شریعت کے خلاف ہیں اُن کی نسبت اُس کا یہ شعر ہے ؎

[1] یعنی کوئی گناہ ایسا ہوتا ہے کہ اس میں کچھ عبادت بھی ملی ہوتی ہے ۱۲ [2] اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان میں ۱۲ [3] اور نہیں بھیجا ہم نے آپکو (یعنی رسول اللہ صلعم کو) مگر تمام لوگوں کیواسطے ۱۲ [4] اختلاف ۱۲

ہمت مرداں[1] ایں زماں بہ ہمیں مقصورست — کہ زنے از پردہ بروں آید و کارے بکند

(۲۳) فرمایا اہل بدعت سے جب گفتگو کرو تو فقہ سے کرو۔ قرآن شریف تو متن کی طرح ہے۔ اسی طرح حدیث میں بھی عنوان عام ہوتا ہے۔ اہل بدعت جب تمسک کریں گے تو حدیث اور قرآن ہی سے مثلاً قیام مولود کے بارہ میں تُوَقِّرُوْهُ وَتُعَزِّرُوْهُ۔ علیٰ ہذا القیاس

(۲۴) فرمایا ایک شیعی رئیس آگرہ کے علاقہ کا تھوڑے دن ہوئے آیا۔ پہلے تو اُس نے پتہ نہ چلنے دیا۔ گو قرائن سے میں سمجھ گیا کہ شیعہ ہے۔ کتب تصوف کا بہت مطالعہ کر رکھا تھا۔ میری کتابیں بھی کچھ دیکھی تھیں۔ کچھ سوال تصوف کے متعلق کئے۔ جی تو نہیں چاہتا تھا کہ جواب دوں۔ مگر مہمان سمجھکر جواب دیا۔ خوش ہوا اور کہا کہ میں نے مجتہدین سے یہ سوال کئے مگر کسی نے جواب نہیں دیا۔ پھر کہا کہ خانقاہ امدادیہ سے کسی غیر فرقہ ناجیہ[2] کو بھی استفادہ[3] ہو سکتا ہے۔ میں نے کہا اس کے جواب کے واسطے یہ جلسہ کافی نہیں یہ سوال تحریری ہونا چاہئے پھر جواب دوں گا۔ پھر اُس نے سوال تحریری کیا تو میں نے جواب دیا کہ یہ سوال ایسا ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ میرا وضو نہیں تو بلا وضو بھی مجھکو نماز پڑھا دو گے یا نہیں۔ تو ایسے شخص سے میں یہ کہوں گا کہ تو وضو کر بھی سکتا ہے یا نہیں؟ اس سے زیادہ صاف جواب دینا بے مروتی ہے

(۲۵) فرمایا کہ شملہ گئے۔ مولانا انور شاہ صاحبؒ کے وعظ کا عنوان "اعجاز قرآن" رکھا۔ اس پر شاہ صاحب نے تقریر فرمائی اور سننے کیلئے میں بھی ایک حیلہ سے شریک جلسہ ہوا کیونکہ شاید شاہ صاحبؒ کو کچھ حجاب ہوتا اسلئے چھپ کر شریک ہوا۔ عجیب تقریر تھی اور بہت مغلق[4] تھی گویا ایک متن تھا جسکو بڑی شرح کی ضرورت تھی۔

بعد میں سنا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان کو یہاں آنیکی کیوں تکلیف دی۔ یہ تقریر تو دیوبند میں فرما دیتے۔

دوسرا اعتراض میرے متعلق تھا۔ وہ یہ کہ وہاں پر ایک صاحب تھے جو کسی بڑے فوجی افسر کو وعظ سننے کیلئے کسی طرح سے لے آئے۔ مگر جب وہ وہاں پہونچے اور مجھے دیکھا تو اپنے ساتھی سے کہا کہ یہ شخص کیا وعظ کہیگا جس کا لباس تک ٹھیک نہیں۔ نہ ٹوپی درست ہے نہ کرتہ قیمتی ہے۔

[1] اس زمانہ کے لوگوں کی ہمت بس اسی حد تک ہے کہ کوئی عورت پردہ سے باہر آئے اور کوئی کام کرے ۱۲ [2] یعنی ایسے فرقہ کو جو آپ کے مسلک کا نہ ہو مگر ہو مسلمان ۱۲ [3] فائدہ ۱۲ [4] مشکل ۱۲

یہ کہکر وہ جانے لگے۔ مگر ان صاحب نے کہا کہ آپ جب تشریف لے ہی آئے ہیں تو تھوڑی دیر تو بیٹھئے غرض ان دونوں میں کشمکش ہوئی۔ آخر کار ان کو بیٹھنا پڑا۔ اور وعظ شروع ہوا تو اس میں کچھ دلچسپی ہوئی پھر آخر تک بیٹھے رہے۔ اور وعظ ختم ہونے پر کہا کہ میری رائے غلط تھی۔ درحقیقت علم اور ہی چیز ہے کہ لباس وغیرہ کو اس میں دخل نہیں۔

مجھے ان دونوں باتوں کا پتہ چلا تو میں نے دوسرے وقت کے بیان میں وعظ کو روک کر یہ کہا کہ لوگوں کو ہمارے متعلق کچھ شکایت ہے۔ اول شاہ صاحب کی تقریر کے متعلق یہ اعتراض ہے کہ بہت مغلق تھی۔ تو آپ لوگ اس سے یہ نہ سمجھیں کہ علماء کو سہل بیانی پر قدرت نہیں اور نہ یہ سمجھا جائے کہ جب کوئی سمجھا ہی نہیں تو فائدہ کیا ہوا؟ بلکہ اغلاق میں بھی حکمتیں اور فوائد ہیں۔ ایک حکمت یہ ہے کہ تم کو اپنی حیثیت معلوم ہو جاوے کہ ایک عالم کی تقریر سمجھنے کی بھی قدرت نہیں کیونکہ آجکل ہر شخص مجتہد بننے کا مدعی ہے۔ بس قرآن مجید کا ترجمہ دیکھ لیا اور دو چار سائنس کے رسالے پڑھ لئے اور اپنے آپ کو عالم سمجھنے لگے۔ تو کل کی تقریر سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ آپ ایک عالم کی تقریر سمجھنے کی بھی استعداد نہیں رکھتے۔ اور اس میں کتنی اصلاح اور نفع ہے۔ چاروں طرف سے آواز آئی کہ "ٹھیک ہے"

دوسرا اعتراض مجھ پر ہے وہ یہ کہ اس کا لباس قیمتی نہیں وعظ میں اثر کیا ہو گا۔ سو مجھے اس سے پہلے تو کہیں یہ بات سنی نہیں تھی کہ وعظ کہنے کیلئے قیمتی لباس کی ضرورت ہے یہیں آکر سنی ہے۔ تو بات یہ ہے کہ ہم لوگ علم حاصل کر کے کسی بڑے منصب پر تو پہونچنے کی ہوس نہیں رکھتے کہ قیمتی لباس بنا سکیں یہی ہے کہ کسی مدرسہ میں مدرس ہو گئے یا کسی مطبع میں مصحح۔ تو اس میں اتنی آمدنی کہاں کہ قیمتی لباس بنایا جا سکے۔ اسلئے ہم تو اس سے یوں معذور ہیں۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ جب تک لباس قیمتی نہ ہو وعظ کا اثر نہیں ہوتا۔ لہذا معترض صاحب دو دو سو روپیہ کا جبہ بنوا کر جلدی ہمکو پہنچائیں تاکہ ہم وعظ کہیں۔ اور اگر ان کو یہ اشکال ہو کہ پھر تو جسکو وعظ کیلئے بلائیں گے اسکو ایک عبا بھی تیار کرا کے دینا پڑیگی۔ اور یہ بہت مشکل ہے تو جب اعتراض کرو گے پھر دینا پڑیگا مگر ہم یہ احسان کرینگے کہ اس عبا کو وعظ کہنے کے بعد یہیں چھوڑ جائینگے تاکہ جو شخص وعظ کہنے کیلئے آئے وہ اسکو پہن کر وعظ کہدیا کرے اور پھر اُتار کر رکھدیا کرے۔ اگر کسی دوسری جگہ اسی قسم کا اعتراض ہوا تو وہاں بھی یہی کہینگے اب میں منتظر ہوں کہ معترض صاحب کی طرف سے ہمیں جلدی عبا پہونچے۔ اگر اسکے بعد بھی نہ پہونچی تو پھر اُسے ڈوب مرنا چاہئے۔ اسی وعظ میں میں نے

یہ بھی کہا کہ سُنا تھا شملہ بقدرِ علم ہوتا ہے مگر شملہ میں آکر معلوم ہوا کہ شملہ بقدرِ جہل ہے

(۲۶) فرمایا کہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تمام مجاہدات کے بعد فرمایا کرتے کہ میں کچھ نہیں۔ اسی ایک مرتبہ حلف اُٹھایا تو مولانا کے حلف میں ایک مخالف اور ایک موافق جھگڑ رہے تھے۔ مخالف کہتا تھا کہ مولانا سچے ہیں کہ کچھ بھی نہیں۔ مولانا صاحب کا معتقد حیران تھا کہ اگر کامل ہیں تو قسم جھوٹی ہے اور اگر سچے ہیں تو کچھ بھی نہیں۔ میں نے اُس سے کہا کہ کمال دو قسم کے ہیں ایک حاصل[1] اور دوسرا متوقع[2]۔ کمال حاصل کے لحاظ سے کامل تھے اور کمال متوقع کے لحاظ سے حلف اُٹھایا۔ مثلاً شرح جامی پڑھا ہوا اوپر[3] کے فنون کی نسبت یہ کہیگا کہ میں کچھ نہیں مگر میزان[4] والے کی نسبت وہ عالم ہے

(۲۷) فرمایا کہ رِیَاءُ الشَّیْخِ خَیْرٌ مِّنْ اِخْلَاصِ الْمُرِیْدِ ـــــ پیر کی ریا مُرید کے اخلاص سے بہتر ہے کیونکہ شکل ریا کی ہوتی ہے حقیقت ریا کی نہیں۔ حقیقتِ ریا

اِرَادَۃُ الْعَمَلِ لِلْغَرَضِ الْفَاسِدِ ـــــ کسی نیک کام کا ارادہ کرنا کسی بیہودہ غرض سے ہے

اور شیخ کی ریا اِرَادَۃُ الْعَمَلِ لِلْغَرَضِ الصَّحِیْحِ ـــــ کام کا ارادہ صحیح غرض کے واسطے کرنا ہے

(۲۸) فرمایا کہ علوم تو حق تعالیٰ اہلِ حق ہی کو عنایت فرماتے ہیں۔ منطقیوں کو تو اُس کی ہوا بھی نہیں لگتی۔ حضرت حاجی صاحب رح کے علوم کو دیکھئے مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی نے قسطنطنیہ جانے کے وقت جب اُن کو سلطان نے بلایا تھا حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تھا کہ آپ اجازت دیں تو آپ کا تذکرہ سلطان سے کروں۔ فرمایا کہ پھر کیا ہوگا غایت[5] یہ ہو گی کہ معتقد ہو جائیگا۔ پھر یہ ہوگا کہ آپکی طرح بُلا لیگا۔ پھر یہ ہوگا کہ بیتُ اللہ سے بُعد اور بیت السلطان سے قُرب ہوگا۔ اس تقریر میں ایک گونہ شان تھی تو بعد میں حضرت حاجی صاحب رح نے فرمایا کہ ہاں سلطان چونکہ عادل ہے اور سلطان عادل کی دُعا منظور ہوتی ہے اس واسطے میرے لئے دعا کرائیں۔ اس سے نفس پر لتاڑ ہے۔ پھر فرمایا دُعا کا طریق بھی میں عرض کر دیتا ہوں۔ میرا سلام عرض کر دیں وہ وعلیکم کہینگے۔ یہی دعا ہے سبحان اللہ کیسے علوم تھے۔

(۲۹) فرمایا کہ اہلِ حق نہایت مشکل مضمون کو سہل عنوان سے بیان کر دیتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام

---

[1] یعنی جو فی الحال موجود ہے ۱۲ [2] یعنی جس کے حاصل ہونے کی اُمید ہے ۱۲ [3] اس سے بڑی کتابوں کے متعلق ۱۲ [4] ایک چھوٹی کتاب کا نام ہے ۱۲ [5] انتہا ۱۲

کے زمانہ میں جالینوس نے سوال کیا کہ حوادث اگر تیر ہوں اور فلک کمان ہو اور حق تعالیٰ چلانے والے ہوں تو بچکر کہاں جائے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کمان والے کے پہلو میں چلا جاوے۔ جالینوس حیران ہو کر کہنے لگا یہ جواب نبی کے سوا دوسرا نہیں دے سکتا۔

(۳۰) ایک بزرگ کا ذکر فرمایا کہ اُنہوں نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ فرعون نے اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی (میں تمہارا رب ہوں) کہا تو وہ مردود ہو گیا اور منصور نے اَنَا الْحَق (میں خدا ہوں) کہا تو مقبول ہو گیا۔ جواب ملا کہ فرعون نے ہمارے مٹانے کیلئے کہا اور منصور نے اپنے مٹانے کیلئے کہا۔ مولانا رومؒ نے اسکو ذکر کیا ہے ؎

گفت فرعونے انا الحق گشت پست　　　گفت منصورے انا الحق گشت مست

لعنت اللہ آں انا را در قفا　　　رحمت اللہ ایں انا را در وفا

(۳۱) فرمایا گنگوہ میں ایک بزرگ تھے جن کا نام صادق تھا وہ مرید کم کرتے تھے۔ دو شخص آپ کے پاس آئے اُنہوں نے دونوں کا امتحان کیا اور کہا کہ کہو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ صَادِق رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ ایک بھاگ گیا۔ دوسرے نے کہدیا۔ اسکو بیعت کر لیا اور فرمایا کہ تمنے کیا سمجھا اُس نے کہا میں نے آپکو رسول تو نہیں سمجھا۔ یہ تاویل کر لی کہ رسول اللہ مبتدا اور صادق خبر مقدم ہے۔ فرمایا کہ میری بھی یہی مراد تھی۔

(۳۲) فرمایا حاجی صاحبؒ کے سلسلہ میں فاقہ نہیں۔ ایک شخص نے کہا کہ فلاں آدمی کو تنگی ہے حیران ہو کر فرمایا کہ ہمارے تو فاقہ نہیں۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ مرید نہ تھا۔ خدا جانے بلا واسطہ مرید کے لئے یہ ارشاد ہے یا عام ہے۔

(۳۳) فرمایا کہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں اور مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں داخل ہونے سے حُبِّ دنیا فوراً جاتی رہتی ہے اور خوش فہم بھی ہو جاتا ہے اور فاقہ بھی جاتا رہتا ہے۔ خاتمہ اولیاء کی طرح ہوتا ہے یا بالخیر ہوتا ہے۔

(۳۴) فرمایا شیخ فرید عطار رحؒ کے کئی شیخ تھے۔ ایک شیخ ایک لڑکی پر فریفتہ ہو کر نصرانی بن گئے تو مرید اُن کو چھوڑ کر آ گئے۔ عطار نے فرمایا کہ ظالمو! شیخ کو جہنم میں چھوڑ کر آ گئے۔ خود وہاں گئے اور اُن سے ادب سے ملے۔ پھر رات کو مسجد میں جا کر بہت دعا کی مگر تبلیغ اُن کو نہ کی۔ کیونکہ تبلیغ ہو چکی تھی صبح جب ملے تو شیخ نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

(۳۵) فرمایا کہ مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی بہت مستغنی تھے گو صوفی نہ تھے۔ مگر روح تصوف انکو حاصل تھی۔ جو مجاہدہ سے حاصل ہوتا وہ انکو فطرۃً حاصل تھا۔ اُن کے ایک بھائی تھے وہ بھی نہایت سادہ تھے اور حکیم تھے۔ آٹھ آنہ اُن کی فیس تھی۔ بہت لائق تھے۔ ایک دفعہ کسی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج کے بارہ میں غزل کہی کہ شب معراج میں فلک پر شور تھا تو حکیم صاحب نے کہا بالکل جھوٹ ہے کسی کو کچھ پتہ نہ تھا۔ حضرت جبریل علیہ السلام ساتھ تھے اور جب دروازہ پر جاتے تو فرشتے پوچھتے کہ کون ہو۔ اور ایک شخص کہہ رہا تھا کہ بلا لو یا رسول اللہ تو حکیم صاحب نے کہا "تمکو بلالیں؟ تیرے لئے پالکی بھیجیں گے"

(۳۶) فرمایا کہ کوئی پوچھتا ہے کہ کیا حال ہے تو کہتا ہوں کہ تیر تو جا نار ہا۔ کمان باقی ہے اور کیا کہوں؟ اہل حق کے علوم بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ منطقیوں کے علوم یہ ہیں کہ

کَلَامِیْ ھٰذَا کَاذِبٌ — میرا یہ کلام جھوٹ ہے

بھی حل نہیں ہوتا۔ یہ نہیں سمجھے کہ احتمال صدق و کذب اُس کلام میں ہوتا ہے جو محاورہ میں بولے جاتے ہیں۔ یہ تو گھڑی ہوئی مثال ہے۔ اسی طرح ایک اشکال اور ہے وہ یہ کہ موجود دو قسم ہے۔ موجود فی الخارج اور موجود فی الذہن۔ اور یہ دونوں قسم ہیں۔ پھر شبہ یہ ہے کہ موجود فی الذہن بھی موجود فی الخارج ہے کیونکہ ذہن خارج میں ہے۔ اور جو موجود فی الخارج میں ہوگا وہ خارج ہوگا۔ تو فرمایا جواب یہ ہے کہ موجود فی الخارج کا مطلب ہے کہ موجود فی الخارج بلاواسطہ۔ اور جو موجود فی الذہن ہے وہ فی الخارج بالواسطہ ہے تو یہ موجود فی الخارج نہ ہوگا۔ فرمایا کہ پڑھنے کے وقت ذہن ادھر گیا تھا منطقیوں نے اس کے جواب میں بہت کچھ لکھا ہے مگر صرف الفاظ کی پرستش ہے[1]

(۳۷) فرمایا کہ ایک غیر مقلد کا خط آیا تھا۔ پوچھا تھا کہ "مجھکو بھی بیعت کرلوگے؟" میں نے جواب دیا کہ "تم میری تقلید بھی کروگے یا نہیں؟" پھر جواب دیر کے بعد آیا۔ کہ "اس کا جواب تو نہیں آتا۔ مگر بیعت کا ارادہ ہے" فرمایا کہ اس کا جواب مجھسے پوچھتا تو بتلا دیتا کیونکہ علم کا اخفاء اچھا نہیں۔ اسکو شبہ یہ ہوا کہ اگر میرا اتباع کرنے کا وعدہ کرلے تو پھر یہ اشکال ہوگا کہ جب میری

[1] یہ ملفوظ چونکہ بعض علمی اصطلاح پر مشتمل ہے اسلئے غیر اہل علم حضرات کو سمجھنا مشکل ہے ۱۲

تقلید کروگے تو امام ابوحنیفہ رح کی تقلید کیوں نہیں کروگے۔ حالانکہ وہ مجھ سے بڑے ہیں۔ سو جواب یہ ہے کہ آپکی تقلید کروں گا کیونکہ آپ کی تقلید معالجہ میں ہے اور امام ابوحنیفہ رح کی تقلید نہ کروں گا کیونکہ انکی تقلید احکام میں ہوتی ہے اور احکام میرے نزدیک منصوص ہیں۔

(۳۸) فرمایا کہ بیعت کے وقت غیر مقلدین سے شرط کرلیتا ہوں کہ بدگمانی اور بدزبانی نہ کرنی ہوگی اور تقلید کو حرام نہ خیال کریں اور یہ کہ ہماری مجلس میں غیر مقلدین کا ذکر بھی ہوا کریگا مگر وہ غیر مقلدین مراد ہونگے جو معاند ہیں۔ تمہیں یہی سمجھنا ہوگا۔

(۳۹) فرمایا کہ یہاں ایک غیر مقلد آگئے اور کہا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب سے ہمنے تھانہ بھون آنے کی نسبت دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ واقعی اُن کی صحبت موجب برکت ہے۔ مگر اہلحدیث کے سخت مخالف ہیں۔ فرمایا کہ اگر اہل حدیث حق پر ہیں صحبت کا موجب برکت ہونا کیا معنے۔ اور اگر باطل پر ہیں تو مخالفت ضروری ہے۔ مولوی ہوکر اجتماع نقیضین اختیار کیا۔ میں نے کہا کہ مولوی محمد جمال صاحب کو بھی دق کیا۔ فرمایا کیوں۔ میں نے کہا کہ کہتے ہیں اس میں جماعت کی مُشکل ہے۔ فوراً فرمایا کہ سب کی تو نہیں۔ اور فرمایا پھر ایسے آدمی خود جماعت بنائیں۔ پھر فرمایا کہ بنانے سے کب بنتے ہیں۔ اور فرمایا کہ ایک بات نہایت کام کی کہتا ہوں وہ یہ کہ منتفع ہونا تو اختیاری ہے مگر نافع ہونا اختیاری نہیں یہ حق تعالیٰ کی مرضی ہے جس سے چاہے خدمت لے لیں۔ جامع کہتا ہے اس پر خوب مثالیں بیان فرمائیں

(۴۰) فرمایا کہ آجکل "تقویٰ" کا مطلب صرف نفل پڑھ لینا یا پاجامہ اونچا کرلینا اور ڈاڑھی رکھنا رہ گیا۔ غرض کچھ نفلیں اور کچھ نقلیں کرلینا تقویٰ ہے۔ مال کی کچھ پرواہ نہیں کہ حلال ہے یا حرام۔ گو آجکل حرام صرف دال اور خشک روٹی ہے۔ باقی چرب چیزیں سب حلال ہیں۔ ہنسکر فرمایا کہ لوگوں نے حلال کیا اور تیز چھری سے حلال کیا۔ پھر بھی حرام رہا

(۴۱) فرمایا کہ لوگ بہت دق کرتے ہیں۔ خالی لفافہ رکھدیتے ہیں۔ بھلا جو کام خود کرسکتے ہیں وہ ہم سے کیوں کراتے ہیں۔ بعض دفعہ جواب نہیں لکھتا بلکہ لکھ دیتا ہوں کہ صاحب پہلے اس کی وجہ بیان فرماویں کہ لفافہ پر پتہ کیوں نہیں لکھا۔ دو آنہ تو اُسکو دینے پڑتے ہیں مگر اُسکو صواب سے (الصواد) معلوم ہوجاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ صبر تو دشمن کے مقابلہ میں کرنا چاہئے۔ دوست کو خوب ڈانٹنا چاہئے تاکہ اُسکو اپنی حرکت کا علم ہوجاوے۔

(۴۲) ایک شخص نے لوٹے میں پانی ڈال کر حضرت کو دیا اور وہ لوٹا ٹوٹا ہوا تھا فرمایا کہ اسکو باہر پھینک دو۔ دھوکہ باز ہے۔ اور دھوکہ باز یہاں نہیں رہنا چاہیے

(۴۳) فرمایا کہ لوگ آکر مجھکو تکلیف دیتے ہیں اور میں اپنی تکلیف کو ظاہر کرتا ہوں تو لوگ مجھکو کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) بداخلاق ہے۔ بھلا تکلیف دینا تو بداخلاقی نہیں۔ اور اس کا اظہار بداخلاقی ہے۔ یہ تو ایسا ہوا کہ کوئی کسی کو پیٹے۔ کسی نے پیٹا اور وہ چلایا۔ اسکو کہنے لگا تو کیوں چلاتا ہے۔

(۴۴) فرمایا میری نظر منشا[1] پر ہوتی ہے۔ اس واسطے زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ یہاں آکر صرف یہ کہدیتے ہیں کہ تعویذ دیدو اور پوری بات بیان نہیں کرتے۔ اور حکومت میں اور حکیموں کے پاس جاکر پوری بات سوچ سوچ کر کرتے ہیں۔ ضابطہ کے الفاظ نہیں کہتے۔ تو منشا یہ ہوا کہ اُس چیز کی قدر ہے۔ تعویذ کی قدر نہیں۔ گو یہ بھی دنیا ہے مگر دین کا رنگ ہے اور دین کی قدر نہیں۔ مشائخ جو اصلاح نہیں کرتے تو کچھ اسلئے کہ کون جھک جھک کرے اور یہ بھی وجہ ہوتی ہے کہ معتقدین کم نہ ہو جاویں۔ اور یہ غضب ہے

(۴۵) فرمایا کہ جو شخص پشت کے پیچھے بیٹھے اُسکو کچھ نہ کہو۔ اُٹھکر اُسکے پیچھے بیٹھ جاؤ۔ تاکہ اُسکو معلوم تو ہو کہ کسقدر تکلیف ہوتی ہے۔ باقی یہ شبہ کہ وہ مجھکو بزرگ سمجھتا ہے۔ تو اسکی کیا دلیل ہے کہ میں اُسکو بزرگ نہیں سمجھتا۔ ہر مسلمان بزرگ ہے۔

(۴۶) فرمایا کہ تحریک خلافت کے زمانہ میں ایک شخص نے خط لکھا کہ شامل ہو جاؤ ورنہ اکیلے رہ جاؤگے۔ فرمایا کہ یہ مذاق ہے لوگوں کا۔ فرمایا کہ جو حق پر ہو اُسکے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوتے ہیں وہ اکیلا نہیں ہوتا۔ ایک شخص کو کچھ نصیحت فرمائی اُس نے کہا حضرت کہا تا (حضرت خطا) ہو گئی معاف فرماؤ اور اس شخص نے اپنے منہ پر دونوں طرف خود ہی تھپڑ کئی کئی کے مارے۔ پھر بار بار کہا کہ معاف کردو۔ فرمایا کہ میرا حلق بند کرتا ہے۔

(باقی آئندہ)

---

[1] یعنی یہ دیکھتا ہوں کہ کسی شخص نے جو غلطی کی ہے اس کا اصلی سبب کیا ہے ۱۲

قسط اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا (القرآن الحکیم)

دعوۃ الرشاد۔ فی ردِّ الالحاد

(از مولانا عبدالحمید صاحب ارشد)

"پرویزی افکار" کا جائزہ قرآن کی روشنی میں لیا گیا ہے۔ مزید لبسط وتفصیل "نُصْرَۃُ الْقُرْاٰنِ۔ فِی الذَّبِّ عَنْ اٰیٰتِ الرَّحْمٰنِ" میں ملے گی، ان ہر دو کتب کے مطالعہ سے "پرویزیوں کی دعوت قرآنی" کے مغالطہ انگیز اور فریب آمیز دعوی کی حقیقت بخوبی آشکارا ہو جائیگی اور ان کی "خلاف دین سرگرمیوں" کا صحیح اندازہ ہو سکے گا۔ اور ایک انجان مسلمان بھی ان کے "دامِ تزویر" میں پھنسنے سے انشاءاللہ بچ جائے گا۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ ؕ۔

بِعَبْدِہٖ تعالٰی

عبدالحمید ارشد عفا اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین - والصلوٰۃ والسلام علی عبدہٖ ورسولہٖ محمد خاتم النبیین - وعلیٰ آلہٖ وازواجہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین - وعلینا معھم برحمتک یا ارحم الراحمین ٥

امّا بعد - تاریخ ملل وادیان پر کسی قدر عبور رکھنے والے اہل علم پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ حق وباطل کی باہمی آویزش وکشمکش بہت پرانی ہے - حق مقدس الٰہی صحیفوں کے ذریعے من جانب اللہ نازل ہوتا رہا - اور تفہیم وتعلیم الٰہیہ کے مطابق انبیاء ورُسل علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے قول وعمل سے اُس کی ترجمانی کرتے رہے - آیات الٰہیہ کی صحیح تفسیر اور سچی تاویل وہی تھی جو انہوں نے بیان فرمائی اور اپنے عمل در اپنی سیرت وکردار سے اُس کی عملی توضیح وتبیین فرما دی - تب ہی تو اللہ تعالیٰ نے انکی اقتداء وپیروی کو واجب فرمایا - ارشاد ہوتا ہے -

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ (الانعام ۹۰)

وہ انبیاء علیہم السلام ایسے ہیں جن کو اللہ نے اپنی سیدھی راہ (راہِ حق) پر چلایا سو تو بھی اسی راہ پر اُن کے پیچھے چل - (اصول دین میں ان کی پیروی کر)

اُن کی اطاعت کو فرض کر دیا -

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ (النساء، ۶۴)

اور ہم نے جو بھی رسول بھیجا ہے تو بس اسی مقصد کیلئے بھیجا ہے کہ بحکم خداوندی اُس کی اطاعت کی جائے -

بلکہ ان ہی کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت کے لئے معیار قرار دیا -

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ؕ (النساء ۸۰)

جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وپیروی کی، سو اُس نے حقیقۃً اللہ عزّ وجلّ کی اطاعت کی - اُس کا حکم مانا

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایات و تعلیمات کی مخالفت اور مسلمانوں کے "دینی مسلّمات"، اور کسی دینی امر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک انکے "عملی تواتر"، کی خلاف ورزی کا مآل دخولِ جہنم قرار دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝
(النسآء، ۱۱۵)

اور جو بھی شخص دینی راہ اور امرِ حق واضح ہو چکنے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (کے ارشاد سے منہ موڑ کر آپ) کی مخالفت کرتا ہے اور (جمہور) مسلمانوں کی راہ چھوڑ کر (جو عملِ متواتر اور کتاب و سنت کی روشنی میں متعین ہو چکی ہے) دوسری راہ ہولیتا ہے۔ تو ہم (گمراہی کے وہ (بضد و اصرار) درپے ہوا ہم بھی اسکو ادھر ہی رہنے دینگے (اُسکو ہدایت کی طرف مجبور نہیں کرینگے) اور (بالآخر) اسکو جہنم میں جا داخل کرینگے۔ اور وہ نہایت ہی بُری جگہ ہے جانے......

حق (اصولاً) غیر متبدل رہا۔ اور باطل روپ بدل بدل کر اُس سے اُلجھتا رہا اور حق کے غیر متزلزل چٹان سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہوتا رہا۔

حق مردہ دلوں اور مرجھائی ہوئی روحوں کے لئے بارانِ رحمت بن کر سامانِ زندگی فراہم کرتا رہا۔ اور باطل سیلاب کے ساتھ بہے ہوئے خس و خاشاک اور پھیلے ہوئے جھاگ کی طرح ناپائیدار اور غیر نفع بخش ثابت ہوا۔

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاۗءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ۭ
(الرعد۔ ۱۷)

سو جھاگ اور میل کچیل تو یونہی بیکار اور رائگاں چلی جاتی ہے اور جو چیز نفع مند ہے یعنی پانی وہ زمین میں (نفع بخشی کیلئے) رہتا ہے۔

اللہ و رسول کی اطاعت دو الگ اور باہم متخالف اطاعتیں نہیں، بلکہ متلازم اور ایک دوسرے سے متحد ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کا راستہ ہی یہ ہے

کہ اُس کے رسولِ برحق صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و پیروی کی جائے اور اعمال
و اخلاق اور سیرت و کردار میں آپ ؐ کے "اُسوۂ حسنہ" کو مشعلِ راہ بنایا جائے
اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہ اطاعت الٰہی کا راستہ ہے اور نہ اطاعتِ رسول ؐ کا

حفظِ سُنّت

قرآن جس طرح حفّاظ اور علمائے اُمت کے ذریعے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح "اسوۂ حسنہ" اور سنتِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ کرام رض تابعین رض اور تبع تابعین رض محدّثین، ثقہ راویوں علماء اور فقہاء کے ذریعے محفوظ کر دی گئی۔ اور کذب و وضع کی آمیزش سے اُسے یکسر پاک کر دیا گیا۔

سُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہی چیز ہے جسے قرآن عزیز نے "حکمت" سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور تلاوتِ آیات، تعلیم کتاب اللہ اور تزکیۂ نفوس کے علاوہ اسی حکمت پیغمبرانہ ؐ کی تعلیم بھی آپ ؐ کے فرائض میں داخل ہے۔

یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ — آپ قرآن پاک کے معانی و مطالب کی تعلیم دیتے ہیں

اور حکمت و دانش پیغمبرانہ اعمال و اخلاقِ فاضلہ اور اعلیٰ سیرت و کردار بھی سکھاتے ہیں یہی حکمت خواہ اصولاً کتاب اللہ میں ایجاز اور معجزانہ جامعیت کے ساتھ موجود ہے۔ تاہم اُس کی بسط و تفصیل اور شرح و تبیین سنّتِ رسول ؐ کے مستند مصدقہ و منقحہ مجموعوں (صحاح ستہ، مسانید و سُنن وغیرہ) میں ملیگی۔

قرآنی آیات کی کوئی ایسی تعبیر جو مصدقہ سنتِ رسول کے خلاف ہو صحیح نہیں ہوگی بلکہ "الحاد فی الآیات" اور "تزیغ عن الحق" قرار پائے گی۔

کتابوں کا برگزیدہ ہستیوں (نبیوں ؑ) کے ذریعے نازل کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ ان کی سچی تاویل اور صحیح عملی تعبیر و تفسیر وہ اپنی عبادات، اپنے معاملات اور اپنی سیرت و کردار کے آئینے میں دکھلائیں اور قوم کو اُس کی پیروی کا حکم دیں۔

سنت ثابتہ کے خلاف کوئی راستہ قرآن کا راستہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ قرآن کے خلاف کوئی بات سنت رسول ہو سکتی ہے۔ قرآن اور سنتِ رسول

ہیں پوری پوری مطابقت کا ہونا ضروری ہے - اور ان میں کسی طرح بھی حقیقی تخالف وتضاد کا پایا جانا ممکن نہیں -

اگر کہیں بظاہر تعارض و تخالف نظر آئے گا بھی تو دانشمند علماء و فقہاء نے اُن میں معقول وجوہِ مطابقت ضرور دریافت کر لئے ہونگے

غرض قرآن جس طرح "دینی حجّت" ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت اور آپؐ کا ارشاد بھی "دینی حجت" ہے - گو قرآن اصل الاصول اور کلام الٰہی ہونیکے لحاظ سے تقدّم و اوّلیّت کا درجہ رکھتا ہے - لیکن حدیث اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خادم کی حیثیت میں اُس کے ساتھ ملحق ہے - اِس خادم (حدیث) کو مخدوم (قرآن) سے جدا کرنا اجزائے ایمان میں تفریق پیدا کرنا ہے -

سُنّتِ رسولؐ (یعنی احادیثِ صحیحہ) کا بہت بڑا حصہ "عملی تواتر" کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے - اور اسلئے بداہتہً قطعی الثبوت اور یقینی ہے - مثلاً پانچوں وقت کی روزانہ نمازیں، ان کے اوقات، تعدادِ رکعات، ارکان، وغیرہ زکوٰۃ سے متعلقہ تفصیلات (نصاب مقدارِ زکوٰۃ، عشر، یا رُبع العُشر [¼ حصہ] سال میں ایک مرتبہ زکوٰۃ کا لیا جانا (حولانِ حول) وغیرہ) روزے کے اصولی احکام، اُس کی کیفیت وغیرہ، مناسکِ حج اور ان کی تفصیلات اور عید کی قربانی (اضحیہ) نمازِ جمعہ و عیدین، بیع و شراء، اور نکاح و طلاق کے بنیادی احکام وغیرہ وغیرہ ہزاروں مسائل ایسے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک کتاب و سنت کی روشنی میں "عملِ متواتر" کے ذریعے پہنچے ہیں - اور اس لئے قطعی ہیں - ان میں اصولی اختلاف کرنا (مثلاً نمازوں میں ردّ و بدل کا قائل ہونا یا پانچ کی جگہ دو، تین یا چار نمازوں کی فرضیّت کا دعویٰ کرنا) سراسر گمراہی اور دینِ حق سے بغاوت ہے -

سنتِ صحیحہ کا دوسرا حصہ وہ ہے جو ائمۂ حدیث میں سے کسی ایک تک بسندِ صحیح پہنچا ہے - یہ سندِ حدیث (جو صحابی رضؓ سے شروع ہو کر اُس امامِ حدیث تک پہنچتی ہے) "صحیح علمی شہادت" کا درجہ رکھتی ہے بشرطیکہ ائمہ فن نے اسے قبول کر لیا ہو

اسلئے یہ بھی قابلِ وثوق اور قطعی ہے۔ کیونکہ "سچی شہادت" سے شرعی قطعیت اور "نظری یقین" حاصل ہوتا ہے۔ جن علماء نے حدیث کو ظنّی کہا ہے۔ ظن سے اُن کی مراد یقین کے خلاف یا اُس سے کمتر درجہ نہیں بلکہ بداہت کے مقابلے میں ایسا یقین ہے جو نظر و استدلال سے حاصل ہوا ہو۔ اور اس کا ذریعہ "سندِ حدیث" کی یہی "علمی شہادت" ہے۔ لہٰذا اس کا انکار کرنا "شرعی شہادت" کا بغیر کسی معقول وجہ کے رد کرنا ہے۔ جو صریح گمراہی و حرمان نصیبی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کے "اسوۂ حسنہ" کی پوری تفصیل مع جزئیات کے ساتھ، حاملِ سنّت (حدیث) ہے۔ جو حدیث کے ان مصدّقہ اور مستند مجموعوں میں منضبط اور محفوظ ہے۔

پہلی صدی ہجری میں کتابت سے زیادہ "حفظِ صدر" پر اعتماد تھا، کتابت کی حیثیت محض مؤیّد و مذکّر (تائید کرنے والی اور یاد دلانے والی) کی تھی، اصل اعتماد حفظِ صدر پر تھا، اسلئے سُنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ مجموعے جو محفوظ فی الصُّدور تھے، قابلِ وثوق، لائقِ اعتماد و مستند تھے (تفصیل نُصرۃُ القُرآن میں ملے گی) لہٰذا یہ اعتراض غلط ہے کہ سنتِ رسول یا حدیث اگر "دینی حجّت" ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوا کر اس کا مستند مجموعہ اُمت کے حوالے کیوں نہ کیا؟ کیونکہ صحابہ کرام رض جو آپ کے ہر فرمان اور ہر ادا کو دل و دماغ میں بسانے اور آپ کے ہر ارشاد پر مال و جان قربان کرنے کیلئے ہر وقت تیار رہتے، اُنہوں رض نے آپ کی سنت کو سینوں میں محفوظ کر لیا۔ اور کہیں ضرورت سمجھتے تو لکھ بھی لیا کرتے تھے، اور اسی طرح اُنہوں نے "حکمت کے یہ خزانے" اپنے شاگردوں (تابعین رض) کے حوالے کر دئیے۔ پھر اُن (تابعین رح) نے اپنے بعد آنے والے علماء و فقہاء کے سپرد کئے۔ جنہوں نے نہایت ہی دیانتداری اور چھان بین سے ان کو مرتّب و مدوّن کر کے بصورتِ کتابت ہمیشہ ہمیشہ کیلئے محفوظ کر دیا۔ فللّٰہ الحمد۔

احادیثِ صحیحہ، کو اس عذر سے جھٹلانا کہ ان میں "موضوعات" اور "منکرات" وغیرہ کی آمیزش کی گئی ہے، بوجوہِ ذیل باطل، اور "عذرِ گناہ بدتر از گناہ" کا مصداق ہے

(۱) ائمہ حدیث نے موضوعات، منکرات وغیرہ کو الگ کر دیا ہے۔ اور صحاح کے مجموعے الگ مرتب کر دیئے ہیں۔ جو "علمی شہادتوں" کی بنا پر مستند اور قابل اعتماد ہیں۔

(۲) احادیث کے بیشتر حصے کی پُشت پر "عملی تواتر" موجود ہے۔ جو قطعیُّ الثبوت ہے۔

(۳) "قرآن" نے آپؐ کی پاکبازانہ زندگی کو "بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ" (ربّ کی طرف سے حق و صداقت کی قطعی اور یقینی دلیل) اور "سراج منیر" (ہدایت و نورانیت کا آفتابِ عالمتاب) قرار دیا ہے۔ آپؐ کی تفصیلی زندگی احادیث میں ملتی ہے۔ لہذا اُن میں خفاء یا شبہ کو دخل نہیں ہو سکتا۔

"قرآن پاک" کے سمٹے ہوئے نور کو سنت و سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آفاقِ عالم میں بکھیر دیا۔ اور احادیث صحیحہ کے اِن مجموعوں (صحاح ستہ وغیرہا) نے اُنکی تفاصیل ہم تک پہنچادیں۔

"قرآن عزیز" نے "مومنِ کامل" کی پاکبازانہ زندگی کیلئے اصولی طور پر ایک مکمل و مفصّل ضابطۂ حیات اور دستور العمل پیش فرمادیا۔

سنت یا حدیث نے یہ بتادیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی "حیاتِ طیبہ" فی الحقیقۃ اسی سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی، اور وہ "قرآنی علم" کی "عملی تفسیر" اور اُسکے "اعلےٰ اصول" کی پیغمبرانہ تفصیلات و جزئیات پر مشتمل تھی، جن کی پیروی قیامت تک ہم پر فرض کر دی گئی ہے۔ گویا قرآن متن ہے اور حدیث اس کی شرح۔

قرآن علم ہے اور حدیث اس پر صحیح صحیح عمل کی آئینہ دار ہے۔ ان دونوں میں تفریق کہ ایک (قرآن) کو مانا جائے اور دوسری (حدیث) کو نہ مانا جائے صریح گمراہی ضلالت ہے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے کا مطلب ہی یہ ہے کہ آپؐ پر نازل کردہ کتاب (قرآن) کو من جانب اللہ مان کر اُس کی آیات کی "عملی تعبیر"، آپؐ کے ارشادات اور "اُسوۂ حسنہ نبویہ" سے اخذ کی جائے۔

کسی ایسی حدیث کا انکار کرنا جو ائمہ حدیث کے نزدیک اصولِ روایت و درایت کا لحاظ کرتے ہوئے "علمی شہادت" (اسناد) کی بنا پر "صحیح" قرار دی گئی ہو درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (العیاذ باللہ) تکذیب کرنا ہے۔

الغرض قرآن و حدیث صحیح میں سے کسی ایک کی تکذیب سے دوسرے کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ حدیث معنی و مصداق کے لحاظ سے قرآنِ عزیز کی کسی آیت کی "عملی تفسیر" یا اُس کے "ایجاز کی تبیین و تفصیل" اور یا پھر "حکمت و دانشِ پیغمبرانہ کا" مرقع ہو گی۔ اور بہرکیف "قرآنِ عزیز" اُس پر ایمان لانیکا حکم دیتا ہے اسلئے کہ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ میں داخل ہے جیسے کتاب (قرآن) پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اسی طرح سے حکمت پر بھی (خواہ اس کا کوئی بھی صحیح مفہوم لیا جائے) ایمان لانا ضروری ٹھہرتا ہے اور خواہ یہ "حکمت"، "فہمِ کتاب" یا "عمل بالکتاب" وغیرہ قرار دی جائے اور یہ ادعا کیا جائے کہ یہ خود کتاب کے اندر محفوظ ہے۔ تب بھی اتنے ماننے سے کوئی چارہ نہیں۔ کہ اُس کی تفصیل صحیح احادیث ہی میں موجود ہے۔ اور وہ من وجہ کتاب سے علاوہ (بحیثیت ایجاز و تفصیل مثلاً) اور اُصولاً اُس سے متفق ہے۔

جس سے ثابت ہو گا کہ حدیث شارح کتاب کے علاوہ شارح حکمت بھی ہے۔ اور بدیں وجہ وہ دین میں داخل اور اس کا ایک اہم حصہ ہے۔ لہٰذا اس کو دینی حجت ماننا ازروئے دین ضروری ہے الحمدللہ۔

دیکھئے! کٹھالی میں سے گذرے ہوئے کندن کی قدر و قیمت میں اس وجہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس سے پہلے اس میں میل کچیل یا کھوٹ ملا ہوا تھا۔ دیانتدار جوہری کا سچے موتیوں کو پرکھ کر علیحدہ کر دینے کا اعتبار اس وجہ سے نہیں اُٹھ سکتا کہ کسی بددیانت نے اس سے پہلے اُن میں جھوٹے منکے ملا دئے تھے۔

"آفتاب" کی نورانیت کا بدیں وجہ انکار کرنا کہ وہ اب سے پہلے چند لمحوں کیلئے بدلی میں چھپ گیا تھا عقل و خرد کا دیوالیہ پن نہیں تو اور کیا ہے؟

تقطیر و تنظیف کے بعد آبِ زلال، آبِ مصفّٰی کی نفع بخشی سے بدیں عذر انکار کرنا کہ اس سے پہلے وہ گدلا تھا اور اس میں مٹی اور خس و خاشاک کی ملاوٹ تھی، اپنے تئیں "اضحوکۂ خلائق" بنانا ہے

اسی طرح موضوع و منکر وغیرہ کے امتیاز کے بعد احادیث صحیحہ و مصدقہ کو اس بہانے سے جھٹلانا (یعنی دینی حجت نہ ماننا) کہ کبھی وقت چند بددیانتوں نے اُن میں اختلاط اور آمیزش کذب کی کوشش کی تھی، اور جو بفضلہ تعالےٰ ناکام ہوئی۔ (بہ تکذیب) مکاری و فریب کاری کی ایک انوکھی چال ہے جس کا پردہ مدت ہوئی چاک ہوا۔ اور یہ فریب چل نہ سکا۔ اور جمہور مسلمانوں نے کتاب اللہ کے ساتھ احادیث رسول ﷺ کو بھی سر آنکھوں پر رکھا۔ فالحمد للہ۔

غرض دینِ حق (اسلام) کتاب و سنت کی رہنمائی میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرتا ہوا رفعت و عظمت کی تمام بلندیوں کو پھاند کر جلال و جمال اور قہرمانیت کے تخت پر جا متمکن ہوا اور انشاء اللہ قیامت تک متمکن رہے گا۔

منکروں اور حاسدوں کو یہ غلبہ اور یہ شان و حشمت ایک آنکھ نہ بھائی۔ اور وہ آتش عناد و حسد میں جلنے اور اہل حق پر غیظ و غضب سے دانت پیسنے لگے۔

عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۔ تمہاری کامیابی و سربلندی دیکھکر مارے غیظ کے اپنی انگلیاں کاٹنے لگے۔

اُن کو جواب دیا گیا۔

مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ (آل عمران، ۱۱۹) (تمہارے عناد اور حسد کی وجہ سے حق کی ترقی نہیں رک سکتی۔ لہذا) تم اپنے غصے (کی آگ) میں جل مرو۔

حق پرستوں کے خلاف یہود و نصاریٰ، مشرکین اور منافقین، زنادقہ اور ملحدین نے طرح طرح کی سازشیں کیں، اور کئی فتنے برپا کئے۔ ان کے بعد خوارج و روافض معتزلہ و نواصب۔ باطنیوں بابیوں، بہائیوں (وغیرہم من اشباہہم و امثالہم) کی فتنہ سامانیاں بھی کچھ کم فساد انگیز نہیں تھیں، اس قریب زمانے میں بھی دینِ حق اسلام کے "اصولِ مسلمہ" اور اس کی "روشن تعلیمات" کے خلاف نئے نئے ڈھونگ رچائے گئے اور نئے نئے فتنے نمودار ہوتے رہتے ہیں جن کی تفصیل کا نہ یہ مقام ہے اور نہ وہ اہل نظر سے پوشیدہ ہیں۔

ان سب فتنوں کی داستان طویل ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں۔ پر اتنا سمجھ لیجئے کہ اسلام کے سیلاب کے آگے یہ سب فتنے خس و خاشاک کی طرح بہ کر نابود ہو گئے۔ ان میں سے اکثر نامرادی کی موت مر گئے اور کئی ایک عالمِ نزع میں سسکیاں لے رہے ہیں اور وہی غیر متبدل صداقت یعنی اسلام بدستور زندہ و پائندہ، تاباں و درخشاں ہے۔ اور انشاء اللہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تابندہ و درخشندہ رہیگا۔

اَلْحَقُّ يَعْلُو وَلَا يُعْلٰى — حق غالب رہتا ہے۔ مغلوب نہیں ہوتا۔ والحمد للہ

اس پر بھی باطل کب نچلا بیٹھ سکتا تھا۔ اُن فتنوں کے کھنڈرات پر ایک نئے فتنے کی نیو رکھی جسے اگر "فتنۂ انکارِ قرآن" کہا جائے، تو بیجا نہ ہوگا۔ کیونکہ اسی نوزائیدہ پارٹی کی ... ... سرپرستی میں .... "معارف القرآن" کے نام سے چند جلدیں لکھی گئی ہیں جن میں "آیات قرآنی" کے پہلو بہ پہلو نہایت عیاری سے اپنی "مخصوص خواہشات" کو پیش کیا ہے تاکہ لوگ انہیں بھی "قرآنی معارف" سمجھکر قبول کرلیں۔

یہ فتنہ اگرچہ بظاہر "انکارِ حدیث" کا فتنہ ہے لیکن درحقیقت "انکارِ قرآن کا فتنہ" ہے اسلئے کہ اولاً تو انکار حدیث، انکار قولِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو "انکارِ قرآن" لازم ہے۔ کیونکہ کتاب و سنت (قرآن و حدیث) آپس میں متلازم و معانق اور بغلگیر ہیں۔ ایک دوسرے سے قطعاً جدا نہیں۔ لہذا ایک کے انکار سے دوسرے کا انکار خود ہی لازم آتا ہے۔

ثانیاً اُنھوں نے کئی ایک "قرآنی بینات" اور "فرقانی محکمات" کا استخفاف و استحقار کرکے "انکارِ قرآن" کی راہ اختیار کی۔ مثلاً نماز روزہ۔ صدقہ (زکوٰۃ) ارکانِ دین کو منافقانہ زندگی کا خوشامدانہ مسلک بناکر اپنے لئے (دین و دنیا کی) رسوائی کا سامان فراہم کیا ہے۔ لکھا ہے۔

(۱) جس طرح ملوکیت کے استبداد میں منافقانہ زندگی خوشامد کا رنگ اختیار کرلیتی ہے۔ اسی طرح مذہب کی دنیا میں منافقانہ زندگی بھی خوشامدانہ مسلک اختیار کرلیتی ہے۔ اس میں خدا کا تصور ایک جابر و مستبد بادشاہ کا سا قائم ہوجاتا ہے جس سے انسان ڈرتا ہے۔ خوف کھاتا ہے اسلئے اُسے خوش رکھنے کیلئے اس کی پرستش کرتا ہے۔ اسکے حضور چڑھاوے چڑھاتا ہے (مذہب میں نماز، روزہ، صدقہ، خیرات اسی خوشامدانہ مسلک کے مظاہر بن جاتے ہیں) (پرویز، طؔ جنوری و فروری ۱۹۵۸ء)

؎ طؔ سے مراد "طلوعِ اسلام" نامی پرویزیوں کا رسالہ ہے ۱۲ منہ

صفحہ ۱۰۸ یہی مضمون جس کا عنوان ہے "اسبابِ زوالِ اُمت" ۱۹۵۲ء کے طؔ (غالباً فروری)
میں دوبارہ چھپوایا ہے۔

اس تحریک کے علمبردار (یا گروہ کہہ لیجئے) پرویز اور مولوی اسلم جیراجپوری ہیں۔ اور محمد یونس تمنا عمادی اور عرشی لاہوری وغیرہم من اتباعہم (غالباً) ان کے چھوٹے بڑے چیلے چانٹے ہیں (خاص اراکین) "پرویزی گروہ" نے کراچی سے "طلوعِ اسلام" نام کا ایک رسالہ نکال رکھا ہے جس میں وہ اسلام، مسلمانوں اور علمائے اسلام کے خلاف اپنے دل کا پورا پورا بخار نکالا کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ دعویٰ بھی بار بار (معمولی اختلافِ الفاظ کے ساتھ) دہراتے رہتے ہیں کہ اُن کا یہ رسالہ "قرآنی دعوت کا نقیب ہے" (طؔ فروری ۱۹۵۱ء صفحہ ۵ بتغیرِ یسیر) — مثلاً لکھا ہے۔

(۲) "طلوعِ اسلام گذشتہ پانچ سال سے قرآنی نظام کے بنیادی خط و خال کو نہایت واضح الفاظ میں پیش کر رہا ہے"۔ "آپ کے پاس (اپنے مریدوں سے خطاب ہے) قرآن ہے اور قرآن اور نصرتِ خداوندی (یعنی قانونِ خداوندی کی تائید) لازم و ملزوم ہیں"

(۳) "طلوعِ اسلام نے اپنے دورِ اول میں جو تحریک پیش کی تھی، اُس میں آپ نے اتنا کیا تھا کہ اُسکے پیش کردہ قرآنی مسلک کی عام نشر و اشاعت کی تھی" (طؔ اگست و ستمبر ۱۹۵۲ء صفحہ ۲۱-۲۲)

ان کے "قرآنی دعوت" کی اصل حقیقت تو اُس ایک ہی اقتباس سے کُھل جاتی ہے جو اوپر پیش کیا گیا ہے (یعنی اقتباس ۱) مزید نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۴) "نصاریٰ کی خانقاہیت"

"یہودیوں کی رسوم پرستی"

"اور ایرانی مجوسیوں کی شخصیت اور نسل پرستی"

یہ ہیں عناصر موجودہ مذہبِ اسلام کے (پرویز طؔ اگست ۱۹۵۰ء صفحہ ۱۲)

اسلام کے متعلق یہ ذلیل گستاخی نہایت ہی خطرناک ہے۔

اسلام موجودہ ہو یا سابقہ اس میں تفریق نہیں، وہ غیر متبدل صداقت اور تغیر ناپذیر "حقیقتِ کبریٰ" اور عالمین پر تا قیامت "حجتِ الٰہیہ" ہے۔

اسلام کتاب و سنت اور فقہ اسلام کے ذریعے اُصولاً و فروعاً محفوظ و مصئون ہے۔ اس میں باطل کی

مکمل تفسیر بیان القرآن

مولانا اشرف علی تھانوی کو دنیا حکیم الامت مانتی ہے
آپ نے قرآن مجید کی تفسیر بارہ جلدوں میں

بیان القرآن

کے نام سے تحریر فرمائی تھی، قرآن پاک کے اس ترجمہ و تفسیر کو دیکھ کر دنیا عش عش کر اٹھی۔ عوام نے اسے اس لئے پسند کیا کہ ان کی سمجھ سے بالاتر اس میں کوئی بات نہ تھی۔ خواص اور طبقۂ علماء نے اس لئے اسے سر آنکھوں پر رکھا کہ اس میں ایک بات بھی غیر مستند یا غیر صحیح نہیں ہے۔

تاج کمپنی نے بڑے اہتمام کے ساتھ ملکی بلاکوں کے ذریعہ اس نادر تفسیر و ترجمہ کو چھاپنے کا انتظام کیا ہے۔

ایک کارڈ بھیج کر نمونہ کے صفحات اور تفصیلات مفت طلب فرمائیے۔

تاج کمپنی لمیٹڈ، پوسٹ بکس ۵۳، کراچی